آندھرا پردیش

تب اور اب

(۱۹[illegible]ء تا ۱۹۹۱ء)

مرتبہ

رفیق شاہی ایم۔ اے، (عثمانیہ) جرنلزم (ڈپلوما)

آر۔ ایس۔ پبلشرز، نظام آباد

Andhra Pradesh Tab Aur Ab

کتاب کا نام : "آندھرا پردیش تب اور اب" (۱۹۵۶ء تا ۱۹۹۱ء)
مصنف کا نام : رفیق شاھی
تعداد اشاعت : ایک ہزار
سنہ اشاعت : ماہ نومبر ۱۹۹۱ء
کتابت : یم اے احمد فاروقی (نظام آباد)
پبلشر : آر، ایس، پبلشرز، نظام آباد
صفحات : (۸۷)
طباعت : دائرہ الکٹرک پریس چھتہ بازار حیدرآباد
قیمت : (-/۵۰) روپے

ملنے کا پتہ :

۱۔ رفیق شاہی
مکان نمبر :- ۸-۳-۱۴۷، دھارو گلی
نظام آباد ـ ۵۰۳۰۰۱ (اے۔پی)

۲۔ جمیل بک بنک
احمدی بازار
نظام آباد ـ ۵۰۳۰۰۱ (اے۔پی)

۳۔ شمس ایجنسیز ـ گوشہ محل روڈ ـ حیدرآباد

۴۔ حسامی بک ڈپو ـ مچھلی کمان ـ حیدرآباد

فہرست عنوانات

انتساب

"میں اپنی اس حقیر تالیف
کو محترم والد محمد عبدالرشید بابائے صحافت کمرفٹ"
ضلع نظام آباد (آندھرا پردیش) کے
نام سے منسوب کرتا ہوں۔ ان ہی کے
انداز فکر نے میرے قلم کو لکھنے کے
آداب سکھائے"

رفیق شاہ

پیش لفظ

○ ڈاکٹر مرزا اکبر علی بیگ

۲/۱۰۳۲-۹-۵ حیدر گوڑہ
حیدرآباد ۔ ۵۰۰۰۲۹ (اے۔پی)

مورخہ ۲۷ر اکٹوبر ۱۹۹۱ء

"میں نے رفیق شاہی کی تالیف "آندھرا پردیش تب اور اب" کو شروع سے آخر تک پڑھ کر دیکھا جس میں ریاستی و بیرونی افراد کے لئے جس قدر معلومات فراہم کی گئی ہے اس کو بڑے سلیقے اور اچھے انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ طرز بیان سلیس اور آسان اردو کا نمونہ ہے۔

موصوف کی یہ کوشش ہر طرح سے لائق قدر ہے اور نئے افراد کے لئے نہایت کارآمد ثابت ہوگی۔"

ڈاکٹر مرزا اکبر علی بیگ (لکچرار)
عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد۔

چند باتیں

یہ تالیف ریاست آندھرا پردیش کے اندر و باہر کے افراد کے لئے لکھی گئی ہے تاکہ وہ اس ریاست اور اس کی تاریخ سے بالکل واقف ہو جائیں۔ اس کو ترتیب دیتے وقت اس بات کا خاص طور پر لحاظ کیا گیا ہے کہ کوئی ایسی بات یا کوئی ایسی چیز اس میں شریک نہ ہو جو قارئین کی سمجھ سے باہر نہ ہو۔

ریاست آندھرا پردیش پر اب تک تلگو اور انگلش زبانوں میں بہت سی کتابیں مرتب کی گئی اور بہت کچھ لکھنے کے بعد بھی تکمیل منزل نہ پہنچی۔ کیوں کہ ترقی کی رفتار کا کوئی پیمانہ نہیں ہوتا۔ اس نقطۂ نظر سے یہ کوشش بہت سرسری ہے اس کے مطالعہ سے ریاست اور اس کے صدر مقام حیدرآباد کے آس پاس کی چیزوں اور تاریخی مقامات کی جان پہچان ہو جاتی ہے۔ اور ایک سرسری خاکہ ذہن میں آجاتا ہے یہی اس کا مقصد بھی ہے۔ نہ میں اس سے زیادہ اور کچھ سمجھتا ہوں اور نہ اس کے پڑھنے والے کو اس سے زیادہ سمجھنے کی اجازت دوں گا۔ کوتاہیوں کی معافی چاہنا ایک رسمی چیز ہو گئی ہے۔ لیکن میں اس

وقت صرف تکمیل ضابطہ کے لئے ہی نہیں بلکہ اپنی کمزوریوں کو
احساس کے ساتھ یہ خواہش نہیں کرتا کہ میری غلطیوں کو دور
کیا جائے۔ بلکہ انھیں اصلاح کے لئے آپ تمام سے آگاہی
چاہتا ہوں۔

رفیق شاہی

ایم۔ اے۔ (عثمانیہ)
و
جرنلزم (ڈپلوما)

یکم نومبر سنہ 1991ء

ریاست کی تشکیل

یکم نومبر ۱۹۵۶ء کو لسانی بنیاد پر عظیم تر ریاست آندھرا پردیش کا ہندوستان کے پہلے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے افتتاح کیا اور صدر مقام "حیدر آباد" بنایا گیا لیکن ہندوستان کی آزادی کے بعد ملک کی پہلی ریاست آندھرا پردیش یکم ڈسمبر ۱۹۵۳ء کو قائم ہوئی تھی جس کا صدر مستقر کرنول بنایا گیا اور ہائی کورٹ کا مستقر گنٹور میں قائم کیا گیا تھا جو (۱۱) اضلاع پر مشتمل تھی اور چیف منسٹر کی حیثیت سے مسٹر ٹی پرکاشم پنتلو کو مقرر کیا گیا تھا۔ آندھرا پردیش ایک وسیع تر تلگو اور اردو زبانوں کی مشترکہ ریاست ہے جس کے قیام کے لئے کئی سال تک جد و جہد کی جاتی رہی۔ اس ریاست کے پہلے وزیر اعلیٰ محترم نیلم سنجیوا ریڈی تھے جو بتدریج آگے بڑھتے ہوئے ہندوستان کے صدر جمہوریہ بھی بنائے گئے۔ اور اس ریاست کے پہلے گورنر کے لئے سی ایم ۔ ترویدی کو منتخب کیا گیا۔ ریاست آندھرا پردیش (۱۲،۴۱) شمالی عرض بلد سے (۱۹،۵۴) شمالی عرض بلد تک (۷۶،۵۰) مشرقی طول بلد سے (۸۴،۵۰)

مشرقی طول بلد کے درمیان واقع ہے۔ اس کا رقبہ ۶۸۔۲،۷۵،۰ مربع کلومیٹر ہے۔ اس ریاست کے مشرق میں خلیج بنگال، جنوب میں ٹاملناڈو، مغرب میں کرناٹک اور شمال میں مہاراشٹرا، مدھیہ پردیش اور اڑیسہ ریاستیں واقع ہیں آبادی کے لحاظ سے یہ ہندوستان کی پانچویں بڑی ریاست ہے۔ ہندوستان میں ریاست کرناٹک کے بعد اس ریاست میں قسم قسم کے جنگلی جانور اور پرندے ملتے ہیں یہاں بارش کا اوسط (۳۵ر۶۵%) ہے۔

سال ۵۷-۱۹۵۶ء سے سال ۷۰-۱۹۶۹ء تک اس ریاست میں جملہ (۲۰) اضلاع تشکیل دیئے گئے۔ بعد میں ۲ر فروری سنہ ۱۹۷۰ء کو پرکاشم (اونگول)، ۱۵ر اگست سنہ ۱۹۷۸ء کو رنگا ریڈی اور یکم جون سنہ ۱۹۷۹ء کو وجیانگرم کو اضلاع کا درجہ دیا گیا۔ جس سے اب ریاست میں جملہ (۲۳) اضلاع ہو گئے۔ ریاست کی آبادی اس وقت تقریباً ۷ کروڑ افراد پر مشتمل ہے اس ریاست کی ۸۰% عوام (۲۷،۲۲۱) ٹاون و شہروں میں اور ۲۰% عوام (۲۲،۷۵۰) چھوٹے مواضعات میں آباد ہے۔ اس ریاست میں ایک خاص بات یہ ہے کہ اب بھی یہاں مشرقی تہذیب کی شان و شوکت پائی جاتی ہے جو ملک کے دوسرے بڑے شہروں میں نہیں۔ اس وقت ریاست میں کسی ایک مذہب یا فرقہ کے لوگ نہیں بستے بلکہ بہت سے فرقہ بستے ہیں۔ جن میں ہندو، مسلمان، سکھ، پارسی، عیسائی، جین، کونڈا، بھیل، کویا، لمباڑا اور یرکلہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ آندھرا پردیش (۳) علاقوں، تلنگانہ، آندھرا اور رائلسیما پر مشتمل ہے۔ شہری ترقیات کے معاملہ میں آندھرا علاقہ کو

سبقت حاصل ہے، یہ علاقہ جملہ (۹) اضلاع پر مشتمل ہے جبکہ علاقہ تلنگانہ جملہ (۱۰) اضلاع پر اور علاقہ رائلسیما جملہ (۴) اضلاع پر مشتمل ہے۔ ریاست میں ریاستی اسمبلی کے جملہ (۲۹۵) اراکین کے علاوہ پارلیمنٹ میں ریاست سے جملہ (۴۲) لوک سبھا کے اراکین اور (۱۸) راجیہ سبھا کے اراکین موجود ہیں۔ اس ریاست میں سری ہری کوٹہ کے مقام سے ۹ اکٹوبر ۱۹۷۱ء کو ملک کا پہلا خلائی راکٹ "روہنی" آسمان میں چھوڑا گیا۔ ہندوستان کا یہ نازکرکٹ کا شہزادہ "اظہر الدین" اور ہندوستان سے خلاء میں جانے والا پہلا اسکوٹ لیڈر راکیش شرما کا تعلق بھی اسی ریاست سے ہے۔ یہاں یہ بات بے جا نہ ہوگی کہ ۲۴ فبروری ۱۹۶۷ء کو سابق ریاست حیدرآباد کے آخری بادشاہ میر عثمان علی خاں بہادر کا انتقال ہوا۔

ہماری ریاست سے جملہ (۵) قومی شاہراہیں گذرتی ہیں ریاست میں کہیں گھنے جنگلات نظر آتے ہیں تو کہیں لہلہاتے کھیت اور کہیں ناہموار بنجر زمین۔ ہماری ریاست میں جنگلاتی رقبہ (۱۴۰،۲۶،۰۰۰) ایکڑ پر پھیلا ہوا ہے۔ ریاست میں بیڑی بنانے کے پتے علاقہ تلنگانہ میں بہت ملتے ہیں اس کے علاوہ علاقہ تلنگانہ کے بعض اضلاع میں موہے کے جنگلات ہیں جن سے شراب تیار کی جاتی ہے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ تلنگانہ علاقہ کی زمین میں پانی بہت جلد جذب ہو جاتا ہے۔ اسی لئے یہاں جگہ جگہ تالاب بنائے گئے ہیں۔ تاکہ پانی جمع کر کے کھیتی باڑی کے کام میں لایا جائے۔ ملک کی سابقہ وزیر اعظم مرحومہ محترمہ اندرا گاندھی اس ریاست کے چا نیمال

حلقہ میدک سے رکن پارلیمنٹ بھاری اکثریت سے ۱۵ ر جنوری ۱۹۸۰ء کو منتخب ہوئی تھیں۔ ریاست میں جنس کی تبدیلی کا پہلا آپریشن عثمانیہ دواخانہ حیدرآباد میں سیول سرجن ڈاکٹر جی بی شیام سندر نے ماہ جولائی ۱۹۸۰ء میں کیا۔ ملک میں پہلی مرتبہ ماہ اپریل ۱۹۹۰ء میں اپالو ہاسپٹل حیدرآباد کے ڈاکٹر ایم سی ڈی راما کمار سرجن مریض کو خون چڑھائے بغیر ایک بڑی اوپن ہارٹ سرجری انجام دی۔ اس ریاست میں سال ۱۹۵۶ء سے لے کر سال ۱۹۸۳ء تک جملہ (۳۲۴) تعلقے قائم تھے جواب (۱۱۰۴) منڈلس میں تبدیل ہو گئے ہیں۔ اس وقت پوری ریاست میں پولیس اسٹیشنوں کی تعداد (۱۵۳۴) ہیں جب کہ اوٹ پوسٹ پولیس اسٹیشنوں کی جملہ تعداد (۶۵) اور پولیس جوانوں کی جملہ تعداد (۵۸و۸۵۹) ہیں فی الوقت ریاست کے تقریباً (۶) سو منڈلوں میں پولیس اسٹیشن موجود ہیں۔ جنوب وسطی ریلوے (ساؤتھ سنٹرل ریلوے) سکندرآباد کے تحت پوری ریاست میں تقریباً (۷) سو ریلوے اسٹیشن قائم ہیں۔ اس ریاست کا سب سے بڑا ریلوے جنکشن "وجئے واڑہ" ہے۔ آندھرا پردیش میں ریاستی آر ٹی سی بسیں روزانہ (۱۴) لاکھ کلومیٹر کا احاطہ کرتی ہیں جن کے ذریعہ تقریباً ایک کروڑ مسافرین کو ان کی منزل مقصود کو پہنچایا جاتا ہے۔ جب کہ ریاست میں (۱۷۱) بس ڈپوز اور (۷) علاقائی ورکشاپس کام کر رہے ہیں۔ بحیثیت مجموعی ریاست میں آر ٹی سی بسوں کی تقریباً تعداد (۱۵) ہزار ہے اور اس محکمہ میں کام

کرنے والوں کی جملہ تعداد ایک لاکھ (۴۲) ہزار (۹۲۱) ہیں۔ جب کہ ریاست بھر میں (۳۸۶) بس اسٹیشن اور ایک ہزار سے زائد بس شیلٹرس قائم ہیں۔

اس وقت ریاست کے ضلع نظام آباد میں جوگنوں کی تعداد تقریباً (۱۰) ہزار ہیں جب کہ حیدرآباد میں (۳) سو اور ریاست کے دیگر اضلاع عادل آباد، میدک، کریمنگر اور کرنول میں بھی رہتی و بستی ہیں۔ اس سماجی برائی کو دور کرنے کے لئے ریاست کی سابق گورنر مسز کمود بین جوشی نے کافی اقدامات کئے تھے جن سے وہ اپنی زندگی ہنسی خوشی سے گزار سکے اور سماج میں ایک اونچا مقام پا سکے۔ پوری ریاست میں عوام کی تفریح کے لئے اس وقت تقریباً (۲،۷۰۰) سینما گھر موجود ہیں اس کے علاوہ فلموں کی فلمبندی کے لئے حیدرآباد کے مستقر پر جملہ (۶) فلمی اسٹوڈیوز قائم ہیں۔ جن میں انا پورنا، پدمالیہ، بھاگیہ نگر، راما کرشنا، سارتھی اور راما نائیڈو کے علاوہ (۲) پروسیسنگ لیباریٹریز اور ایک علاقائی فلم سنسر بورڈ بھی قابل ذکر ہے۔

ہماری ریاست کے علاقہ تلنگانہ میں اب تک ریلوے کے (۵) بڑے حادثے رونما ہوئے جن میں تقریباً (۴۰۴) افراد کی جانیں ضائع ہوئیں۔ پہلا حادثہ سنہ ۱۹۵۴ء میں "لنک ایکسپریس" کے انجن جو حیدرآباد سے قاضی پیٹ روانہ ہوئی تھی۔ وہ جنگاؤں (ضلع ورنگل) کے قریب آلیر میں ایک پل کو عبور

کیا ہی تھا کہ اس کے (۸) ڈبے پل ٹوٹنے سے دریا میں گر گئے جس میں (۲۲۰) جانیں ضائع ہو ئیں۔ دوسرا حادثہ ماہ سیپٹمبر ۱۹۵۹ء میں حیدرآباد سے روانہ ہوئی کرنول پاسنجر ٹرین پل ٹوٹنے کے باعث جڑچرلہ (ضلع محبوب نگر) میں گر گئی۔ جس میں (۱۲۰) سے زائد جانیں گئیں۔ تیسرا حادثہ ۹ جولائی ۱۹۸۷ء کی علی الصبح منچریال (ضلع عادل آباد) کے قریب "نظام الدین دکھشن ایکسپریس" کو پیش آیا۔ جس میں (۵۵) سے زائد جانیں تلف ہوئیں۔ اور اس ٹرین کی (۲) بوگیاں تیز پانی میں بہہ گئیں۔ اور چوتھا حادثہ جون ۱۹۹۰ء میں رات شہر حیدرآباد سے تقریباً (۶۰) کلو میٹر دور واقع شنکر پلی مقام پر حیدرآباد سے بمبئی جانے والی بالی ڈے اسپیشل ٹرین ایک گڈس ٹرین سے ٹکرا گئی جس کے باعث تقریباً (۳۸) انسانی جانیں ضائع گئیں اور ایکسپرس ٹرین کی (۲) بوگیاں ریلوے پٹری سے نیچے اُتر گئیں۔

ہماری ریاست میں نرساپور کے شمالی مشرق میں تقریباً (۵۷) کلومیٹر دور ریلا منچلی دن میں ایک کنویں سے ۲۲ جون ۱۹۹۰ء کو گیاس نکل پڑنے کا واقعہ رونما ہوا۔ یہ کنواں ۲۶ اکٹوبر ۱۹۸۹ء کو (۴) ہزار میٹر گہرائی تک کھودا گیا تھا۔ اس کنویں سے یومیہ (۱۵) لاکھ کیوبک میٹر گیس نکل رہی ہے۔ اور انسٹر کچر (۸) مربع کلو میٹر کے رقبہ پر پھیلا ہوا ہے۔

ریاستی حکومت نے (۱۱) اضلاع میں جاریہ سال سے (۴۲) کروڑ
ے کے مصارف سے خواندگی پروگرام "اکھشرا جیوتی" شروع کیا ہے۔ اس
ٹ میں مرکزی اور ریاستی حکومت کا برابر کا حصّہ ہے
ریاست میں جملہ مواضعات (۲۷) ہزار (۳۷۹)، بلدیات کی
تعداد (۸۴)، جملہ میونسپل کارپوریشنوں کی تعداد (۳) ہے سرکاری دواخانو
تعداد (۳) ہزار (۳۸۹)، سرکاری حیوانات کے دواخانوں کی جملہ
د (۴) ہزار (۲۶۲)، راشن کی دوکانوں کی جملہ تعداد (۳۸)
(۴۸۷)، کتب خانوں کی جملہ تعداد ایک ہزار (۳۷) اور تالاب
ں کی جملہ تعداد (۱۶) ہزار (۱۳۶) ہے۔ سال ۱۹۸۵ء کے دوران
مرا پردیش قانون ساز کونسل کو تلگو دیشم حکومت نے اس
ضروری تصور کرتے ہوئے ریاستی خرچ کم کرنے کے بہانے سے
ف کر دیا۔ اس کونسل کے اراکین کی جملہ تعداد (۹۰) ہے۔ جن
سے (۷۸) منتخبہ اور مابقی (۱۲) نامزد کردہ ہوتے ہیں۔ منتخبہ اراکین
سے (۳۷) کو اراکین اسمبلی اور (۲۵) کو مقامی کمیٹیوں کے ارکان (۸)
رس اور باقی (۸) کو گریجویٹس منتخب کرتے ہیں جب کہ ریاستی
(۱۲) ارکان کو حکومت کی سفارش پر نامزد کرتی ہیں۔ ۱۶ ستمبر
اء کو ریاست آندھرا پردیش نہیں بلکہ سارے جنوبی ہند میں برقی کی
ار کے سلسلہ میں ایک تاریخ ساز دن ثابت ہوا۔ جب کہ قدرتی
کی مدد سے ضلع مغربی گوداوری میں ججیشورم کے مقام پر برقی کی پیداوار

کا آغاز ہوا۔ اس ریاست کی تشکیل کے بعد سے یہاں سے ڈاکٹر
بی۔ گوپال ریڈی نے تلگو میں "علامہ اقبال" پر پہلی کتاب شائع کی۔

ریاست کی آبادی

یکم مارچ ۱۹۹۱ء کو ریاست کی آبادی (۶) کروڑ (۶۳) لاکھ (۴) ہزار (۸۵۴) ریکارڈ کی گئی۔ جن میں مردوں کی تعداد (۳) کروڑ (۳۶) لاکھ (۲۳) ہزار (۷۲۸) اور عورتوں کی تعداد (۳) کروڑ (۲۶) لاکھ (۸۱) ہزار (۱۱۶) ہیں۔ علاقہ تلنگانہ کی آبادی جس کا رقبہ ساری ریاست کے مجموعی رقبہ کا (۴۱٫۵۷) فیصد ہے۔ ریاست کی مجموعی آبادی کا (۳۹٫۱۷) فیصد ہے صرف (۴) اضلاع پر مشتمل علاقہ رائلسیما کی آبادی جس کا رقبہ (۲۴٫۴۷) فیصد ہے آبادی (۱۷٫۵۹) فیصد ہے۔ جبکہ علاقہ آندھرا کا رقبہ (۳۳٫۸۷) فیصد ہے آبادی (۴۳٫۲۴) فیصد ہے آبادی کے لحاظ سے آندھرا پردیش ملک کی (۵) ویں بڑی ریاست ہے۔ آبادی پر اضافہ کی شرح کے معاملہ میں علاقہ تلنگانہ کو ریاست کے دوسرے دو علاقوں پر سبقت حاصل ہے۔ اس وقت پوری ریاست میں خواندہ افراد کی تعداد (۴۵٫۱۱) فیصد ہے جبکہ سال ۱۹۸۱ء کے دوران (۳۵٫۶۶) فیصد تھی۔

آبادی	سال
۱,۹۰,۶۵,۹۲۱	۱۹۰۱ء
۲,۱۴,۴۷,۴۱۲	۱۹۱۱ء
۲,۱۴,۲۰,۴۴۸	۱۹۲۱ء
۲,۴۲,۵۳,۵۷۳	۱۹۳۱ء
۲,۷۲,۸۹,۳۴۰	۱۹۴۱ء
۳,۱۱,۱۵,۲۰۹	۱۹۵۱ء
۳,۵۹,۸۳,۴۴۷	۱۹۶۱ء
۴,۳۵,۰۲,۷۰۸	۱۹۷۱ء
۵,۳۴,۰۳,۶۱۹	۱۹۸۱ء
۶,۶۳,۰۴,۸۵۴	۱۹۹۱ء

صدر مقام "حیدرآباد"

ریاست آندھرا پردیش کا صدر مقام "حیدرآباد" ہے جو ایک نہایت خوبصورت شہر ہے جو سطح سمندر سے ایک ہزار (۷۶۰) فٹ کی بلندی

پر موسی ندی کے کنارے واقع ہے۔ حیدرآباد (۴۰۰) سال سے مسلم تہذیب کے ماحول میں رنگا ایک پرانا شہر ہے۔ حیدرآباد کی بنیاد قلعہ گولکنڈہ کے (۵) ویں بادشاہ سلطان محمد قلی قطب شاہ نے اپنی محبوبہ "بھاگ متی" کے نام پر ۱۵۹۰ء میں "بھاگیہ نگر" کے نام پر رکھا۔ پھر اس کا نام 1591ء میں "حیدرآباد" ہوا۔ حیدرآباد کا نام پیغمبر اسلام (حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کے داماد حضرت علیؓ کے ایک نام "حیدر" پر مبنی ہے جسے شیعہ قوم میں کلیدی و محوری حیثیت حاصل ہے۔ یہاں قدیم یادگاروں اور عمارتوں کی بہتات ہے جو ماضی کی عظمت شان و شوکت اور جدید تہذیب و تمدن کی آئینہ دار ہیں۔ ریاست آندھرا پردیش کی تشکیل کے وقت حیدرآباد کی آبادی تقریباً (۱۱) لاکھ تھی۔ اور آج (۴۲) لاکھ کے قریب پہنچ گئی ہے۔ حیدرآباد کی آب و ہوا سال بھر تمام معتدل رہتی ہے۔ حیدرآباد دراصل گنگا جمنی تہذیب کی ایک اہم نشانی ہے۔ سرزمین حیدرآباد کو اس اعتبار سے بھی خصوصی تقدیس اور اہمیت حاصل ہے کہ کئی اولیائے کرام نے اپنی مثالی اور نورانی زندگی میں اپنے فیوض و برکات سے اس سرزمین کو نوازا۔ ہزاروں لاکھوں بندگان خدا کے قلوب کو منور کیا۔ اور صراط مستقیم پر چلنے کے لئے ان کی رہنمائی کی اور آج بھی ان اولیائے کرام کی آخری آرام گاہیں و زیارت گاہ خاص و عام یہاں بنی ہوئی ہیں۔ صاحب دل اور صاحب فکر و نظر عقیدت مندان درگاہوں پر حاضری دیتے ہیں اور منہ مانگی مرادیں پاتے اور زندگی کی گتھیوں کو سلجھانے میں روحانی رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ یہ شہر

جملہ ایک سو بلدی حلقہ جات پر مشتمل ہے۔ یہاں ۲ اگسٹ ۱۹۸۱ء کو "حیدرآباد اربن ڈیولپمنٹ اتھاریٹی" کا قیام عمل میں آیا۔ شہر حیدرآباد میں (۴۰) ہزار (۲۲۳) ایکڑ رقبہ مجلس بلدیہ حیدرآباد کے دائرہ اختیار میں اور (۳) لاکھ (۲۵) ہزار (۱۴۶) ایکڑ رقبہ حیدرآباد اربن ڈیولپمنٹ اتھاریٹی کے دائرہ اختیار میں ہے۔ مجلس بلدیہ حیدرآباد کی سڑکوں کی جملہ طوالت (۲۳۵) کلومیٹر ہے۔ یہاں پر (۳۵۰) روڈ جنکشن ہیں۔ شہر حیدرآباد کے مستقر پر ہر سال اوسطاً ایک ہزار حادثے ہوتے رہتے ہیں۔ شہر حیدرآباد میں اسوقت آر۔ٹی۔سی کی ۱۷ سو سٹی بسیں روزانہ چلائی جاتی ہیں جس سے (۳۰) لاکھ افراد استفادہ حاصل کرتے ہیں جبکہ یہاں پر (۱۵) سٹی بس ڈپو کام کر رہے ہیں۔ ماہ مارچ ۱۹۹۱ء کے تک شہر حیدرآباد و سکندرآباد میں گاڑیوں کی تعداد (۴) لاکھ (۶۷) ہزار (۳۰۸) تھی

شہر حیدرآباد کے محلہ ابوگوڑہ میں بھی آرمینائی (روسی جمہوریہ) کے باقیات موجود ہیں جب کہ جہاں نما میں پرتگالی آثار موجود ہیں۔

حیدرآباد کو نہ صرف ریاست آندھرا پردیش کا صدر مقام ہونے کا اعزاز حاصل ہے بلکہ اس شہر میں بڑی تعداد میں موجودہ جامعات کے لحاظ سے اسے ملک کے دیگر شہروں بہ شمول دہلی میں اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ صرف حیدرآباد میں اسوقت (۷) جامعات ہیں جب کہ دہلی میں صرف (۶) جامعات ہیں۔ حیدرآباد کو سارے ملک کے شہروں میں آبادی کے لحاظ سے

(۵) واں مقام حاصل ہے۔

سال	آبادی
۱۹۰۱ء	۴,۴۸,۴۶۶
۱۹۱۱ء	۵,۰۲,۱۰۴
۱۹۲۱ء	۴,۰۵,۶۳۰
۱۹۳۱ء	۴,۶۶,۸۹۴
۱۹۴۱ء	۷,۳۹,۱۵۹
۱۹۵۱ء	۱۱,۲۹,۴۱۵
۱۹۶۱ء	۱۲,۵۱,۱۱۹
۱۹۷۱ء	۱۶,۸۲,۵۳۷
۱۹۸۱ء	۲۲,۷۹,۳۸۷
۱۹۹۱ء	۴۲,۷۰,۰۰۰

حیدر آباد میئر بلدہ کی فہرست

نام	سال
مسٹر ایم ہمنتا راؤ	۱۹۵۳ء تا ۱۹۵۴ء
مسٹر ڈی سنگھہ	۱۹۵۴ء تا ۱۹۵۵ء
مسٹر شہاب الدین احمد خاں	۱۹۵۵ء تا ۱۹۵۶ء

مسٹر کشن لال	۱۹۵۶ء تا ۱۹۵۸ء
مسٹر کرشنا سوامی	۱۹۵۸ء تا ۱۹۵۹ء
مسٹر روشن علی خاں	۱۹۵۹ء تا ۱۹۶۰ء
مسٹر ڈی بھاوی پرکاش	۱۹۶۰ء تا ۱۹۶۱ء
مسٹر راما مورتی نائیڈو	۱۹۶۱ء تا ۱۹۶۲ء
مسز آر۔ کے۔ دیوی	۱۹۶۲ء تا ۱۹۶۳ء
مسٹر بنسی لال گپتا	۱۹۶۳ء تا ۱۹۶۴ء
مسٹر شیام آر شیام راؤ	۱۹۶۴ء تا ۱۹۶۵ء
مسز سروجنی پلا ریڈی	۱۹۶۵ء تا ۱۹۶۶ء
مسٹر اکبر علی ناصر	۱۹۶۶ء تا ۱۹۶۷ء
مسٹر کوٹا ریڈی	۱۹۶۷ء تا ۱۹۶۸ء
مسٹر بی۔ کمود نائیک	۱۹۶۸ء تا ۱۹۶۹ء
مسٹر ین۔ لکشمی نارائینا	۱۹۶۹ء تا ۱۹۷۰ء
مسٹر کے پرکاش راؤ	۱۹۸۶ء تا ۱۹۸۷ء
مسٹر ایم۔ کے۔ بھگین	۱۹۸۷ء تا ۱۹۸۸ء
مسٹر اے۔ ستیہ نارائینا	۱۹۸۸ء تا ۱۹۸۹ء
مسٹر میر ذوالفقار علی	۱۹۸۹ء تا ۱۹۹۰ء
مسٹر عالم پلی پوچیا	۱۹۹۰ء تا ۱۹۹۱ء

"اردو" ریاست کی دوسری اہم زبان

اس ریاست کی موجودہ زبان تلگو ہے جسے مشرق میں اطالوی زبان کہا جاتا ہے۔ ریاست آندھرا پردیش کی تشکیل دینے سے پہلے ریاست حیدرآباد کی سرکاری زبان اردو تھی۔ اس وقت ریاست کے علاقہ تلنگانہ کے نو اضلاع اور علاقہ آندھرا کے تین اضلاع گنٹور، کرنول اور کڑپہ کو آج بھی اردو زبان کے مراکز میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ان مختلف اضلاع کے اردو بولنے والوں کی قابل لحاظ آبادی ہے اور جہاں اردو کا استعمال عام ہے اور عوام کی بڑی تعداد اسے سمجھتی اور بولتی ہے —

ہندوستان میں اردو زبان کو جو تین بڑے مراکز ہیں ان میں ایک حیدرآباد بھی ہے اردو شاعری کا پہلا صاحب دیوان محمد قلی قطب شاہ کا تعلق اس ریاست سے تھا اور اسکی پیدائش بھی حیدرآباد میں ہی ہوئی تھی۔ یہاں قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ اس ریاست کے پہلے وزیر اعلیٰ محترم نیلم سنجیوا ریڈی نے اردو کو ریاست کی دوسری بڑی سرکاری زبان قرار دیا اس کے بعد کے ریاستی وزیر اعلیٰ محترم ڈی سنجیویا نے اردو کے سرکاری استعمال کا حکمنامہ جاری کیا۔ محترم کے برہما نند ریڈی نے ریاست کے سرکاری زبان قانون میں اردو کے موقف کی صراحت کی۔ مرحوم ریاستی وزیر اعلیٰ محترم ٹی۔ انجیا جو اردو کے دوست، ہمدرد اور بہی خواہ تھے، انہوں نے اپنے دور حکومت میں ریاست کے اردو کے نامور وممتاز موسیقار مرحوم محترم عزیز خاں وارثی کو "راج گائیک" اور اردو کے ممتاز

ونامور شاعر مرحوم محترم امجد یعقوبی کو "ملک الشعراء" کا درجہ دیا تھا اور اس کے علاوہ ریاست کے صدر مقام حیدرآباد میں ہر سال یوم آزادی پر اردو مشاعرے کا انعقاد اور یوم جمہوریہ کے موقع پر اردو تہذیبی پروگرام کی ابتدا کی۔ اردو کے بیباک شاعر مرحوم محترم مخدوم محی الدین کا تعلق اس ریاست سے ہے جنھوں نے ریاست میں اردو کے لئے کئی نمایاں کام انجام دیئے تھے۔ ریاست میں اسوقت (۴۲) لاکھ اردو داں موجود ہیں ریاست میں اردو زبان کے فروغ، تحفظ اور اردو ادب و رسم الخط کی ترقی اور اردو ادبی کتابوں کی اشاعت کے لئے سال ۱۹۷۶ء میں حکومت آندھرا پردیش کی جانب سے اردو اکیڈیمی قائم کی گئی۔ اس وقت ریاست میں اردو اکیڈیمی کے تحت تین علاقائی مراکز (وجئے واڑہ، کرنول اور نظام آباد) اور چھ ضلعی مراکز (کھمم، کڈپہ، ورنگل، محبوب نگر، نندیال اور کرنول) یہ کام کررہے ہیں۔

کانگریس کے (۲۶) سالہ دور کا خاتمہ اور

دوبارہ آغاز: ریاست آندھرا پردیش میں یکم نومبر ۱۹۵۶ء سے ۸ جنوری سنہ ۱۹۸۳ء تک کانگریس حکومت نے اپنا اقتدار سنبھالا۔ اس دور میں جملہ (۹) ریاستی وزیر اعلیٰ گذرے جن میں مسٹر نیلم سنجیوا ریڈی (۱۹۵۶ء-۱۹۶۰ء) اور (۶۴-۱۹۶۲ء) ڈی۔ سنجیویا (۶۲-۱۹۶۰ء) کے برہما نندریڈی (۷۱-۱۹۶۴ء)، پی۔ وی۔ نرسمہاراؤ (۷۳-۱۹۷۱ء) جے۔ وینگل راؤ (۷۸-۱۹۷۴ء)، ڈاکٹر ایم۔ چناریڈی (۸۰-۱۹۷۹ء) ٹی۔ انجیا (۸۲-۱۹۸۱ء) بی۔ وینکٹ رام (صرف ۷ ماہ کے لئے) اور

دیجیے بھاسکر ریڈی (صرف ۴ ماہ کے لئے) قابلِ ذکر ہیں۔ ۱۸ جنوری ۱۹۸۲ء سے
۹ دسمبر ۱۹۸۲ء تک اس ریاست میں صدر راج نافذ رہا۔ ۹ جنوری ۱۹۸۳ء
کو اس ریاست میں کانگریس حکومت کا اقتدار ختم ہو گیا۔ اسکی جگہ ریاست کی نئی
علاقائی پارٹی "تلگو دیشم" نے سنبھال لی اور محترم این۔ ٹی۔ راما راؤ کو ریاست
کا وزیر اعلیٰ منتخب کیا گیا۔ اس وقت ریاست کے گورنر محترم رام لال تھے۔ یہ
بات دلچسپ ہے کہ ریاست میں کسی بھی وزیر اعلیٰ نے اپنی پوری معیاد مکمل نہیں
کی اور (۵) سال تک کام نہیں کیا۔ البتہ محترم کے۔ برہما نند ریڈی نے اس ریاست
میں جملہ (۸) سال تک کام کرتے رہے۔ دراصل وہ محترم نیلم سنجیوا ریڈی کے
جانشین بن کر آئے تھے اس طرح نصف معیاد محترم نیلم سنجیوا ریڈی کی تھی۔
۱۶ اگسٹ ۱۹۸۴ء میں تلگو دیشم پارٹی کے داخلی اختلافات کے باعث
یہ پارٹی دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ ایک گروپ کے قائد محترم این ٹی راما راؤ اور
دوسرے گروپ کے محترم ین۔ بھاسکر راؤ کی قیادت میں کام کر رہا تھا۔ چنانچہ اس
اختلافات کے باعث محترم این۔ ٹی۔ راما راؤ کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور محترم
ین۔ بھاسکر راؤ کو ریاستی گورنر محترم رام لال نے ریاست کا نیا وزیر اعلیٰ مقرر کیا
اس تبدیلی کے بعد محترم سلطان صلاح الدین اویسی کو قدیم رکن اسمبلی ہونے کی بنیاد
پر ریاستی گورنر نے ریاستی اسمبلی کا عارضی اسپیکر مقرر کیا لیکن سیاسی اتار چڑھاؤ اور
بدلتے ہوئے حالات میں مسٹر ین ٹی راما راؤ ایک ماہ بعد دوبارہ ریاست کے وزیر
اعلیٰ بن گئے۔ بعد ازیں ماہ نومبر ۱۹۹۰ء میں ریاست بھر میں پارلیمانی و اسمبلی کے
عام انتخابات کا انعقاد عمل میں آیا۔ جس میں تلگو دیشم پارٹی اور کانگریس آئی پارٹی

کے درمیان سخت ترین مقابلہ رہا۔ اور ماہ جنوری سنہ ۱۹۹۰ء میں تلگو دیشم پارٹی حکومت کے (۵) سالہ دور کا خاتمہ ہوگیا اور کانگریس آئی پارٹی ریاست میں دوبارہ برسر اقتدار پر آگئی۔

ریاست میں "صحافت" کا مقام

ریاست آندھرا پردیش میں "صحافت" نے کافی ترقی کی ہے اور یہاں صحافتی اقدار پروان چڑھ رہی ہیں شہر حیدرآباد میں کلکتہ سے زیادہ اخبارات شائع ہوتے ہیں حالانکہ کلکتہ کی آبادی حیدرآباد سے تین گنا زیادہ ہے۔ کیوں کہ اس ریاست کے تعلیم یافتہ شہری اخبار بینی کے شوقین معلوم ہوتے ہیں۔ پوری ریاست میں اس وقت تلگو نیوز پیپر انڈسٹری آگے بڑھنے کی کوشش میں نظر آرہی ہے۔ شہر حیدرآباد کے علاوہ شہرے وارنگل، وشاکھاپٹنم، تروپتی اور اننت پور سے متعدد تلگو اخبارات اور رسائل شائع ہوتے ہیں تلگو روزناموں کے ایک سے زائد ایڈیشن ہیں جن میں "اینا ڈو" کے فی الوقت (۵) ایڈیشن، آندھرا جیوتی کے (۴) ایڈیشن، آندھرا بھومی، اودیم اور آندھرا پربھا کے (۳) ایڈیشن، آندھرا پتریکا کے (۲) ایڈیشن اور اس کے علاوہ انگلش روزناموں کے ایک سے زائد ایڈیشن ہیں جن میں نیوز ٹائمز کے فی الوقت (۵) ایڈیشن، دکن کرانیکل و انڈین ایکسپریس کے (۳) اور دی ہندو کے (۲) ایڈیشن شامل ہیں۔

ہماری ریاست کو یہ بھی اعزاز حاصل ہے کہ ملک میں پہلی بار تلگو روزنامہ،

اخبارات رنگین طباعت پر شائع ہو رہے ہیں جن سے ان کی خوبصورتی میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔ اس کے علاوہ ریاست کے صدر مقام حیدرآباد سے دو انگلش شائع (دکن کرانیکل اور نیوز ٹائم ؟) سٹینڈرڈ ، پلیج اور (۳) تلگو روزنامے آندھرا پتریکا ، سامینکالم اور لیڈو شائع ہوتے ہیں۔ ریاست کے بعض اضلاع سے تقریباً (۲۲) روزنامے تلگو وار دو بھی شائع ہوتے ہیں جن میں وجے واڑہ سے (جنتا ، پرجاشکتی ، اور وشال آندھرا) وشاکھاپٹنم سے (وجیا بھانو) ، کاکناڈا سے (سرکار ایکسپریس) ، راجمندری سے (کوتاوانی اور سماچارم) ایلور سے (ایلور ٹائمز رتناکر بھا) ، گنٹور سے (تلگو جرادنتی) نلگنڈہ سے (پرجا پورانم) ، ورنگل سے (ورنگل وانی) ، کریمنگر سے (جیوا گنگا) کرنول سے (کرنول ٹائمز ، اجولا) اور نظام آباد سے (لوڈو اور ستم بکو ، تلاش اور نظام آباد ٹائمز) شامل ہیں۔ یہاں اس بات کا ذکر لازمی ہو گا کہ سال ۱۹۰۸ء میں بمبئی (مہاراشٹرا) سے تلگو کا پہلا ہفتہ وار اخبار "آندھرا پتریکا" کی اشاعت عمل میں آئی جو بعد میں سال ۱۹۱۴ء میں روزنامہ اخبار کی شکل اختیار کر گیا اس کے ایڈیٹر مسٹر کے. ناگیشور راؤ تھے جن کا انتقال ۱۹۲۸ء میں ہوا۔

ملک میں اردو کے سب سے زیادہ اخبارات (روزنامے ، ہفتہ وار اور ماہنامے) ریاست آندھرا پردیش سے شائع ہوتے ہیں۔ اس امر کا انکشاف "پریس رجسٹرار آف انڈیا" کی ۲۸ ویں سالانہ رپورٹ سے ہوا ہے۔ جنوبی ہند کی (۴) ریاستوں میں کیرالا کو چھوڑ کر باقی (۳) ریاستوں میں اردو کے اخبارات و رسائل شائع ہوتے ہیں۔ جن میں ریاست آندھرا پردیش کا (۸۰) فیصد حصہ ہے۔ اس ریاست میں کثیر تعداد میں شائع ہونے والے اردو روزنامے اخبارات میں "سیاست" ، "رہنمائے دکن" اور

معروف شامل ہیں ۔ جو اردو کمپیوٹر پر طباعت کر کے شائع کیے جا رہے ہیں اور اس کے علاوہ دیگر اردو روزنامے اخبارات میں دانگارے، سیاسی محاذ، حق بات آئینہ حیدرآباد، شعاع ہند، نوید دکن اور بھاگیہ نگر ٹائمز شامل ہیں۔ یہاں پر دو قومی نیوز ایجنسیاں پریس ٹرسٹ آف انڈیا (پی ٹی آئی) اور یونائیٹڈ نیوز آف انڈیا (یو۔ این۔ آئی) کی شاخیں کام کر رہی ہیں۔ اس کے علاوہ علاقائی نیوز سرویس میں اسوسی ایٹڈ نیوز سروس، بھارت نیوز سرویس، دکن نیوز سرویس، نیوز ٹرسٹ آف انڈیا، نیوز سرویس سنڈیکیٹ، اورینٹ نیوز سرویس، دکن سماچار اور کرنٹ نیوز سرویس قابل ذکر ہیں سال ۱۹۸۶ء کے دوران ریاست میں روزنامہ اخبارات کی تعداد (۵۶)، ہفتہ وار کی تعداد (۴)سو اور پندرہ روزہ کی تعداد (۱۷۵) تھی۔ یہاں یہ بات بے محل نہ ہوگی کہ ہماری ریاست سے سال ۱۹۸۴ء میں جملہ (۱۱۸) اردو ہفتہ وار اخبارات شائع ہوتے تھے جن میں اکثر اب دم توڑ چکے ہیں اور جو اخبارات اب شائع ہو رہے ہیں۔ ان کے ایڈیٹر دن رات کی جد و جہد کے بعد اپنے اردو ہفتہ وار اخبارات کو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔

اس وقت پوری ریاست میں اخبارات کا مطالعہ کرنے والوں کی تعداد کیرالا کے مقابلہ میں بہت کم ہے۔ ریاست کے (۵) لاکھ بالغ مرد و خواتین اخبارات و رسائل کا مطالعہ کیا کرتے ہیں ان میں تلگو اخبارات کے قارئین کی تعداد (۹۸) فی صد، انگلش (۲۷) فی صد اور اردو (۷) فی صد قابل ذکر ہے۔ تلگو اخبارات و رسائل کے دو تہائی قارئین ریاست کے بڑے شہروں میں

مقیم ہیں۔ اور جب کہ انگلش اخبارات کے (۹۱) فی صد قارئین شہری علاقوں کے ہی ہیں۔ اس وقت ساری ریاست میں (۶۶) فی صد قارئین مختلف زبانوں کے اخبارات کا مطالعہ کرتے ہیں۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اخبارات کے مطالعہ کے عادی افراد میں (۹۴) فی صد گریجویٹس ہیں۔ حیدرآباد و سکندرآباد میں (۲۷) فی صد بالغ افراد انگلش (۳۶) فی صد افراد تلگو افراد (۱۸) فی صد افراد اردو اخبارات و رسائل کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اردو اخبارات و رسائل کا مطالعہ کرنے والوں میں شہری علاقوں کے (۵.۸) فی صد افراد، اور دیہی علاقوں کے (۱) فی صد بالغ افراد عادی ہیں۔

ریاست میں جرنلزم کورس کے مراکز

افتتاح	مقام	ڈگری کا نام	مرکز کا نام
۱۹۵۴ء	حیدرآباد	بی سی جے اور ایم سی جے	عثمانیہ یونیورسٹی
۱۹۷۱ء	حیدرآباد	ڈپلوما	بھارتیہ ودیا بھون
۱۹۸۲ء	ترو پتی	بی سی جے	پدماوتی مہیلا یونیورسٹی
۱۹۸۶ء	حیدرآباد	ڈپلوما	آندھرا پردیش اوپن یونیورسٹی
۱۹۸۹ء	حیدرآباد	بی سی جے	تلگو یونیورسٹی

(۲۷) [illegible] ۹۲-۱۹۹۳ [illegible]

تلگو زبان و تہذیب کی ترقی

سابقہ ریاستی حکومت "تلگو دیشم پارٹی" نے تلگو زبان کے تہذیبی ورثے کو فروغ دینے کے لئے ۱۰ اکٹوبر ۱۹۸۶ء کو ودیا نگر (حیدرآباد) میں "تلگو یونیورسٹی" کا ریاستی وزیر اعلیٰ محترم این ٹی راما راؤ نے سنگ بنیاد رکھا تھا تلگو زبان کی ترقی کے لئے ریاست میں قائم کردہ تنظیم "تلگو بھاشا سمیتی" کا اس نئی یونیورسٹی میں انضمام عمل میں آیا۔ ریاست کے تمام تہذیبی اور آرٹ اکیڈیمیوں کو اس تلگو یونیورسٹی میں ضم کر دیا گیا ہے۔ محترم کے۔ برہما نندا ریڈی سابقہ ریاستی وزیر اعلیٰ نے اپنے دور حکومت میں حمایت نگر (حیدرآباد) کے مقام پر تلگو زبان کو فروغ دینے کے لئے "تلگو اکیڈیمی آندھرا پردیش" کا قیام عمل میں لایا اور اس کے علاوہ محترم جے۔ وینگل راؤ سابقہ وزیر اعلیٰ نے اپنے دور حکومت میں ۱۰ اپریل ۱۹۷۵ء کو حیدرآباد میں بین الاقوامی سطح پر پہلی تلگو کانفرنس کا انعقاد عمل میں لایا جس کا افتتاح محترم بی۔ ڈی۔ جتی سابقہ نائب صدر جمہوریہ ہند نے کیا اس کے بعد (۔) پانچ ماہ کے اندر ۸ ڈسمبر ۱۹۷۵ء کو عثمانیہ یونیورسٹی (حیدرآباد) کے احاطے میں "انٹرنیشنل تلگو انسٹیٹیوٹ" کا قیام عمل میں آیا اور دوسری بین الاقوامی سطح پر دوسری تلگو کانفرنس کا انعقاد کوالالمپور (ملیشیا) میں ۱۴ اپریل ۱۹۸۱ء کو عمل میں آیا۔ ریاست میں تلگو کے بے باک و نامور دو شاعر گذرے ہیں جن میں "سری سری" اور "غلام یسین" قابلِ ذکر ہیں جنھوں نے

ریاست میں تلگو ادب کو زندہ رکھنے کے لئے کافی نمایاں کام انجام دئیے ہیں۔
۹ راگست ۱۹۲۹ء کو ریاست میں تلگو میں پہلا عدالتی فیصلہ اڈیشنل منصف مجسٹریٹ نندیال (ضلع کرنول) محترم قادری محی الدین نے سنایا۔

ریاست میں ریڈیو ٹی وی اسٹیشنوں کا قیام

شہر حیدرآباد میں ایک خانگی کمپنی نے سیف آباد کے مقام پر سال ۱۹۳۳ء میں ایک ریڈیو اسٹیشن قائم کیا تھا اسے نظام حکومت نے سال ۱۹۳۵ء میں اپنے قبضہ میں کرلیا اور سال ۱۹۳۹ء میں اس ریڈیو اسٹیشن کا نام "دکن ریڈیو اسٹیشن" رکھا گیا بعد ازیں سال ۱۹۴۸ء میں "وجئے واڑہ" کے مقام پر مرکزی حکومت کی جانب سے ایک ریڈیو اسٹیشن قائم ہوا۔ جس کا نام۔ "آل انڈیا ریڈیو اسٹیشن" رکھا گیا۔ یکم راپریل ۱۹۵۰ء میں "دکن ریڈیو اسٹیشن" حیدرآباد کا نام بدل کر "آل انڈیا ریڈیو اسٹیشن" حیدرآباد کردیا گیا۔ مرکزی حکومت کی جانب سے پوری ریاست میں اس وقت جملہ (۱۱) ریڈیو اسٹیشن کام کررہے ہیں۔ جن میں حیدرآباد، وجئے واڑہ، وشاکھاپٹنم، کڑپہ، کرنول عادل آباد، کتہ گوڑم، ورنگل، نظام آباد، ترویتی، اور اننت پور قابل ذکر ہیں عنقریب مرکاپور میں بھی آل انڈیا ریڈیو اسٹیشن کی عمارت کا کام جلد مکمل کرلیا جائے گا۔

۱۳؍ اکتوبر ۱۹۷۷ء کو ملک پیٹ (حیدرآباد) کے مقام پر مرکزی حکومت کی جانب سے ریاست کا پہلا ٹی۔ وی۔ اسٹیشن کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ حیدرآباد ٹی وی۔ اسٹیشن ملک کا (۱۴) واں ٹی وی اسٹیشن ہے اس کے علاوہ ریاست کے اہم شہروں کے مستقروں پر ٹی وی ریلے اسٹیشنوں کا قیام بھی عمل میں آیا جن میں نظام آباد، ورنگل، کریمنگر، محبوب نگر، وجے واڑہ وشاکھاپٹنم، کرنول، نیلور، ترویتی، کڑپہ، راجمندری، اننت پور، اونگول کاکی ناڈا، پورولور، کھمم اور ادھونی شامل ہیں۔ اس وقت پوری ریاست میں (۲۹) فی صد افراد ٹی وی پر روزانہ مختلف پروگرامس دیکھتے ہیں۔

ریاست میں صنعتی ترقی

گذشتہ (۳۵) سال کے دوران ریاست نے بلاشبہ زبردست ترقی کی ہے اس کے باوجود یہ ترقی عوام کی توقعات کے مطابق نہیں رہی کئی بڑی اور چھوٹی صنعتیں قائم ہوئیں۔ زراعت اور برقی کی پیداوار خاطر خواہ رہی۔ ناگرجنا ساگر پراجکٹ (ضلع نلگنڈہ) کا کام جس کو آندھرا پردیش کے قیام کے وقت شروع کیا گیا تھا اب تقریباً مکمل ہوگیا ہے۔ سری سیلم پراجکٹ (ضلع کرنول) اور سری رام ساگر پراجکٹ (ضلع نظام آباد) پر کام جاری ہے۔ ایک اور اہم پراجکٹ "تلگو گنگا" ہے جس کا سنگ بنیاد ۲۲ اپریل ۱۹۸۳ء

کو رکھا گیا تھا۔ صنعتی میدان میں سب سے بڑا پراجکٹ ضلع وشاکھاپٹنم کا "اسٹیل پلانٹ" ہے۔ رام گنڈم (ضلع کریم نگر) میں مرکزی شعبہ کے فرٹلائزر پراجکٹ پر کام جاری ہے۔ ایک اور بڑا صنعتی یونٹ جو رام چندر پورم (حیدرآباد) میں ۱۱ر ڈسمبر ۱۹۶۵ء کو وزیر اعظم ہند محترم لال بہادر شاستری نے افتتاح کیا تھا وہ "بھارت ہیوی الکٹریکلس لمیٹیڈ" ہے۔ اور اس کے علاوہ حیدرآباد شہر میں کل ہند نوعیت کے کئی ادارے قائم ہو رہے ہیں۔ ان سب کی وجہ سے ریاستی صدر مقام حیدرآباد چاروں طرف پھیل گیا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہاں پر زمین کی قیمت آسمان سے باتیں کرنے لگی ہے۔ ریاست کی اہم صنعتوں میں سوتی کپڑے کی صنعت، شکر سازی کی صنعت، کاغذ سازی کی صنعت، پٹ سن کی صنعت، دھان کی صفائی اور روغنی تیل کی تیاری کی صنعتیں قابل ذکر ہیں۔ بر اعظم ایشیاء کا شکر سازی کا سب سے بڑا کارخانہ نظام شوگر فیکٹری ضلع نظام آباد کے تعلقہ بودھن کے موضع شکر نگر میں سال ۱۹۳۳ء میں قائم کیا گیا۔ اس کے مزید (۸) یونٹ ریاست کے دیگر مقامات پر کام کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ریاست میں کاغذ سازی کے تین بڑے کارخانے ہیں۔ ایک سرپور (ضلع عادل آباد) میں دوسرا راجمندری (ضلع مشرقی گوداوری) میں اور تیسرا شیلہ (ضلع نظام آباد) میں قائم ہیں۔ کتہ گوڑم اور عادل آباد میں ۸ شکر سازی کے کارخانے ہیں۔ ریاست میں سمنٹ کی صنعت کا آغاز سال ۱۹۳۹ء سے ہوا۔ اس وقت ریاست میں آٹھ سمنٹ بنانے کے کارخانے ہیں۔ جن میں منچریال

(ضلع عادل آباد)، پانیم (ضلع کرنول)، تاڑے پلی (ضلع گنٹور)، ماچرلہ (ضلع کرشنا)، وجے واڑہ (ضلع کرشنا)، پیداپلی (ضلع کریم نگر)، مریال گوڑہ (ضلع نلگنڈہ) اور ایرہ گڈہ (ضلع کڑپہ) قابل ذکر ہیں۔

ہندوستان میں سب سے زیادہ ہینڈ لوم کی تیاری اس ریاست میں ہوتی ہے جس کی تعداد ہر سال چھ لاکھ سے بھی زائد ہے۔ نرمل (ضلع عادل آباد) کے خوبصورت و عمدہ کھلونوں اور فرنیچر و بیدری ظروف کو ایک اہم مقام حاصل ہے۔ سگریٹ سازی کے ریاست میں چھ کارخانے ہیں۔ ان میں سے پانچ کارخانے حیدرآباد میں اور ایک کارخانہ بکاوہ لو (ضلع مشرقی گوداوری) میں قائم ہیں۔ اس ریاست میں سمنٹ کی پیداوار سال ۱۹۸۵ء میں ۱۶ء۵ ملین ٹن تھی اور سال ۱۹۸۶ء میں ماہ اگست تک ۳ء۳ ملین ٹن رہی اور سال ختم تک ۵ء۵ ملین ٹن ہوگئی۔ حالیہ ریاستی حکومت نے ساتویں پانچ سالہ منصوبہ کے دوران ایک ہزار کروڑ روپے کی لاگت کے کئی پروجکٹس کے قیام کی اسکیمات مرتب کی ہیں۔ یہ پراجکٹس الکٹرانکس صنعتوں سے متعلق ہیں۔ گیارہم ورنگل اور ترو پتی کے علاوہ حیدرآباد میں الکٹرانکس کی صنعتوں کے کامپلکس بھی قائم کئے جائیں گے۔ ریاست میں اس وقت صنعتی سرگرمی کا مرکز حیدرآباد بن گیا ہے۔ وشاکھاپٹنم بھی رفتہ رفتہ ایک صنعتی مرکز کی شکل اختیار کرتا جارہا ہے۔ آج ہمارے ملک میں یہاں کی ریشم سازی کی صنعت کو دوسرا موقف حاصل ہے۔

۲ مئی ۱۹۹۰ء کے دن ہماری ریاست کے ضلع وشاکھاپٹنم کے مستقر پر اسٹیل پلانٹ کا افتتاح وزیراعظم ہند مسٹر وی پی سنگھ کے ہاتھوں

عمل میں آیا۔ آندھرا پردیش کی تشکیل کے بعد ریاست کا پہلا سب سے بڑا صنعتی پراجکٹ یہاں پر قائم ہوا۔ یہ پلانٹ ملک میں فولاد کا (۵) واں بڑا پلانٹ ہے۔ ملک کا "پام آئیل" کا پہلا کارخانہ مغربی گوداوری میں قائم کیا جارہا ہے۔

ریاست میں تعلیمی ترقی

سال ۱۹۵۶ء ۔ ۵۷ کے دوران پوری ریاست میں صرف (۳) یونیورسیٹیاں (عثمانیہ، آندھرا اور سری وینکٹیشورا) تھیں۔ لیکن ان کی تعداد میں اب اضافہ ہوگیا ہے۔ اور یہ بڑھتے ہوئے (۱۳) تک پہنچ گئی ہے چنانچہ ورنگل میں "کاکتیہ یونیورسٹی"، ضلع گنٹور میں "ناگرجنا یونیورسٹی" ضلع اننت پور میں "سری کرشنا دیورایا" ضلع چتور میں "پدماوتی ودیالیہ" اور حیدرآباد میں "اوپن یونیورسٹی" اور "تلگو یونیورسٹی" کے علاوہ (۳) پیشہ ورانہ یونیورسٹیاں قابل ذکر ہیں اور ریاست میں اس وقت (۱۰) میڈیکل کالجس بشمول خانگی قائم ہیں جن میں عثمانیہ میڈیکل کالج (حیدرآباد) گاندھی میڈیکل کالج (حیدرآباد) دکن میڈیکل کالج (حیدرآباد) اور کاکتیہ میڈیکل کالج (ورنگل) قابل ذکر ہیں۔

اس وقت پوری ریاست میں (۲۶۷) ڈگری کالجس اور (۶۵۰) جونیر کالجس ہیں۔ ریاست میں سال ۱۹۵۶ء ۔ ۵۷ کے دوران صرف

اور اسکے علاوہ اسوقت عثمانیہ یونیورسٹی کے تحت علاقہ تلنگانہ میں خانگی لا کالجس کی تعداد (۲۳) ہوگئی ہے حال ہی میں حیدرآباد میں واقع (۴) اقلیتی تعلیمی اداروں (سلطان العلوم کالج، انوار العلوم کالج، شاداں کالج اور دکن کالج) میں لا کالج کے قیام کی منظوری دی گئی ہے۔

(۳۴۳) ہائی اسکولس تھے۔ اب ان کی تعداد (۶) ہزار ہوگئی ہے اس کے
علاوہ سال ۵۷-۱۹۵۶ء میں پرائمری اسکولس کی ریاست میں تعداد
(۹۷۸ و ۲۹) تھی جن میں (۲۴) لاکھ طلباء و طالبات زیر تعلیم تھے لیکن اب
پرائمری اسکولس کی تعداد (۵۰) ہزار ہوگئی ہے۔ سال ۵۷-۱۹۵۶ء میں
ساری ریاست میں صرف (۳) فنی تعلیم کے کالجس قائم تھے لیکن اب ان
کی تعداد بڑھ کر (۶۵) ہوگئی ہے۔ جن میں سے (۲۸) سرکاری کالجس
لڑکوں کے لئے (۱۴) سرکاری کالجس لڑکیوں کے لئے اور (۱۷) خانگی
کالجس لڑکوں کے لئے اور (۶) خانگی کالجس و لڑکیوں کے لئے قائم ہیں
ان تمام سرکاری و خانگی کالجس میں (۲۶) تربیتی کورس شامل ہیں۔
ان تمام کالجس میں (۱۲) ہزار نشستوں کی گنجائش مختص کی گئی ہے
ملک کا پہلا انجنیئرنگ کالج کا سنگ بنیاد ماہ اکٹوبر ۱۹۵۹ء میں سابق
وزیر اعظم مرحوم پنڈت جواہر لال نہرو نے ورنگل مستقر پر رکھا۔ ریاست
میں اس وقت انجنیئرنگ کورس کے تقریباً (۳۰) کالجس کام کر رہے ہیں
جن میں سرکاری و خانگی کالجس بھی شامل ہیں۔ اس طرح پوری ریاست
میں (۲۳۳) سرکاری آئی۔ ٹی۔ آئی اس وقت کام کر رہے ہیں۔
ریاست بھر میں اس وقت اردو میڈیم کے (۱۹۱) مراکز تعلیم
بالغان کام کر رہے ہیں جن میں سے حیدرآباد میں (۱۳۴) مراکز قابل
ذکر ہیں۔ علاوہ ازیں اضلاع نظام آباد، کرنول، میدک، محبوب نگر،
چتور، اور ورنگل میں بھی ایسے مراکز ہیں۔ ان تمام مراکز سے فائدہ اٹھانے

والوں کی تعداد (۵) ہزار (۲۸۷) ہے۔ آندھرا پردیش کے (۲۳) اضلاع میں سب سے زیادہ اردو بولنے والوں کی سرکاری تعداد لگ بھگ (۱۰) لاکھ ہے۔ حیدرآباد کے بعد ضلع کرنول میں اردو بولنے والوں کی تعداد (۴) لاکھ (۸۵) ہزار، گنٹور میں (۴) لاکھ (۲۲) ہزار، اننت پور میں (۳) لاکھ (۵۱) ہزار، کڑپہ میں (۳) لاکھ (۴۴) ہزار، محبوب نگر میں (۲) لاکھ (۹۲) ہزار اور چتور میں (۲) لاکھ (۸۷) ہزار اردو بولنے والے ہیں۔ حیدرآباد کے نواحی ضلع رنگاریڈی میں اضافہ (۱۰) سال میں سب سے زیادہ یعنی (۴۲،۶) رہا۔ جب کہ محبوب نگر میں (۳۴،۳) میدک میں (۲۷،۹) نظام آباد میں (۲۶،۵) اور حیدرآباد میں (۲۱،۳) ہوا ہے۔

اردو مادری زبان کے باصلاحیت طلباء اور طالبات کی بہترین تعلیمی سہولتوں کی فراہمی کے لئے اس وقت ریاست میں (۴) اردو ذریعہ تعلیم کے اقامتی مدارس حیدرآباد، گنٹور، نظام آباد اور کرنول میں کام کر رہے ہیں۔ یہ مدارس آندھرا پردیش ریزیڈنشل ایجوکیشن سوسائٹی کے زیر اہتمام چلائے جا رہے ہیں۔ ۱۵ ستمبر ۱۹۸۶ء کو لاڈ بازار (حیدرآباد) کے احاطہ میں قلی قطب شاہ اقامتی اسکول کا قیام عمل میں لایا گیا۔ جب کہ ۱۶ جولائی ۱۹۸۸ء کو آندھرا کے علاقہ گنٹور رائل سیما کے علاقہ کرنول اور تلنگانہ کے علاقہ نظام آباد میں بھی اسی طرح کے اردو میڈیم اقامتی اسکولس کا قیام عمل میں آیا۔ ان (۴) اردو میڈیم

اقامتی اسکولس پر ریاستی حکومت نے اب تک (۲) کروڑ (۲۱) لاکھ روپے خرچ کرچکی ہے۔

ریاست بھر میں اردو/ تلگو پنڈت ٹریننگ کورس کے جملہ (۵) کالجس قائم ہیں۔ جن کے منجملہ صرف ایک ہی کالج میں اردو پنڈت کورس کام کررہا ہے۔ یہ کالج حیدرآباد کے مقام ہمایوں نگر میں واقع ہے جس کا نام "گورنمنٹ کامپرہنسیو کالج آف ایجوکیشن" ہے اس کالج میں اردو کے علاوہ تلگو پنڈت کورس بھی چلایا جاتا ہے جب کہ تلگو پنڈت کورس حیدرآباد کے علاوہ راجمندری، کرنول، ورنگل اور کڑپہ مقامات کے کالجس میں قائم ہیں۔ اور اس طرح ریاست بھر میں گورنمنٹ ٹیچرس ٹریننگ کورس کے جملہ (۳۲) مراکز ہیں جن کے منجملہ صرف (۸) مراکز پر اردو تعلیم کے ہیں۔ جن میں نرمنٹ (حیدرآباد)، ایلورو، گنٹور، رائے چوٹی (کڑپہ)، کرنول، ہنمکنڈہ (ورنگل)، میدک اور وقارآباد (رنگاریڈی) شامل ہیں۔ جبکہ تلگو کے مراکز میں عمرہ والی (سریکاکولم)، وجیئے نگرم، بھیما پٹنم (وشاکھاپٹنم)، کاکی ناڈا (الیسٹ گوداوری) کرشنا، پرکاشم، نیلور، چیتور، اننت پور، کھمم، کریم نگر، عادل آباد، میدک، نظام آباد، نلگنڈہ اور محبوب نگر مقامات قابل ذکر ہیں اور اس کے علاوہ اندرا گاندھی نیشنل اوپن یونیورسٹی دہلی کا شہر حیدرآباد کے مقام بیگم پیٹ میں ایک علاقائی مرکز بھی ہے۔ جہاں اگر یجوکیشن کی سطح

کے نصاب کی تعلیم دی جاتی ہے اور اس یونیورسٹی کے تحت ریاست بھر میں جملہ (۸) تعلیمی مراکز موجود ہیں جو حسب ذیل مقامات پر قائم ہیں۔ جن میں ہنومان ٹیکری (حیدرآباد)، سوماجی گوڑہ (حیدرآباد)، تروپتی جیسے حوالہ، گنٹور، ورنگل، اننت پور اور ادونی قابل ذکر ہیں۔

ہماری ریاست ملک کی ان چند ریاستوں میں سے ایک ہے جس نے پرائمری سطح پر تعلیمی سہولتوں کو عام کرنے میں نمایاں کامیابی حاصل کی ہے چنانچہ (۹۹،۱۷) دیہی آبادی کو بالکل قریب ہی پرائمری اسکولوں کی سہولت میسر ہے تاہم تصویر کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ریاست ملک کی ان (۹) ریاستوں میں شامل ہے جو تعلیمی اعتبار سے پسماندہ ہیں۔ یہاں خواندگی کا تناسب مردوں میں (۲۹،۹۴) اور خواتین میں (۲۰،۳۹) ہے۔ جہاں تک اعداد و شمار کا تعلق ہے پرائمری سطح پر ہی تعلیم ترک کر دینے والی لڑکیوں کا تناسب لڑکوں کے مقابلہ میں زیادہ ہے۔ یعنی پرائمری تعلیم کے دوران ترک مدرسہ کرنے والی لڑکیوں کا تناسب (۵۸،۵) اور لڑکوں کا تناسب (۵۲،۵) ہے۔ پرائمری تعلیم کا سلسلہ منقطع کر دینے والوں میں درج فہرست قبائل اور پسماندہ طبقات کے علاوہ لڑکیاں ہیں چنانچہ ریاستی حکومت نے (۲۴۵) منتخب ثانوی اسکولوں میں ووکیشنل اسکیم شروع کی ہے۔ اس پروگرام کو منڈل کی ضروریات سے ہم آہنگ کرنے کے لئے ازسرنو ترتیب دیا جا رہا ہے۔ منڈل کی سطح پر ورکشاپ بھی

قائم کئے جا رہے ہیں۔ جہاں تک ماحولیاتی تعلیم کا تعلق ہے۔ ریاستی حکومت نے اضلاع رنگا ریڈی اور وشاکھا پٹنم کے ثانوی مدارس میں اس کا اہتمام کیا ہے۔

آندھرا پردیش میں اردو ذریعہ تعلیم کے اسکولوں کی جملہ تعداد دو ہزار آٹھ سو کے لگ بھگ ہے جن میں زیر تعلیم طلبا اور طالبات کی جملہ تعداد دو لاکھ ۸۰ ہزار کے لگ بھگ ہے۔ جن کے لئے تقریباً ۶½ ہزار مدرسین کی خدمات مہیا ہیں۔ اور اسکولوں میں لگ بھگ ۱۹۰۰ پرائمری، پانچ سو سے زائد اپر پرائمری، ۳۶۰ کے لگ بھگ فوقانی مدرسے ہیں اور (۲۰۵) جونیر کالجوں میں اردو ذریعہ تعلیم کا انتظام ہے جس میں طلبا کی تعداد (۴) ہزار سے زائد ہے اردو ذریعہ تعلیم کے مدرسین کی ٹریننگ کے (۷) ادارے کام کر رہے ہیں جنکی نشستوں کی جملہ تعداد (۴۸۰) ہے۔ اس کے علاوہ گورنمنٹ بی۔ ایڈ کالجوں اور پرائیویٹ بی۔ ایڈ کالجوں میں بھی اردو ذریعہ تعلیم کے مدرسین کو تربیت دینے کی سہولتیں مہیا ہیں۔

ساحلی آندھرا کے اضلاع گنٹور اور کرشنا میں سب سے زیادہ اردو مدارس ہیں۔ جہاں پر ان کی تعداد بالترتیب (۲۰۹) اور (۱۱۶) ضلع پرکاشم میں جہاں پر تقریباً گنٹور کے مساوی آبادی ہے وہاں پر (۴۰) اردو مدارس ہیں جو کل مدارس کا صرف (۰.۷) فی صد ہوتا ہے اسی طرح سے علاقہ رائلسیما میں سب سے زیادہ اردو مدارس کڑپہ اور چیتور میں ہیں۔ جہاں پر ان کی تعداد بالترتیب (۱۷۷) اور (۱۱۰) ہے کرنول

میں جہاں کی تقریباً (۱۷) فیصد آبادی اردو مادری زبان کی حامل ہے وہاں پر صرف (۶۳) یعنی (۳۶۰۰) فیصد اردو مدارس ہیں۔

علاقہ تلنگانہ کے اضلاع میں حیدرآباد وہ واحد ضلع ہے جہاں پر (۳۵۷) اردو مدارس ہیں جو ساری ریاست میں سب سے زیادہ ہیں یہاں کی اردو آبادی کم از کم (۳۵٫۹۰) فیصد اور مدارس (۳۳٫۶۸) فیصد ہیں۔ جب کہ ضلع کھمم میں اردو آبادی تقریباً (۶) فیصد ہوگئی یہاں پر صرف (۴) عدد اردو مدارس ہیں۔ جو ضلع کے تمام مدارس کا (۲۱) فیصد ہوتا ہے۔ اسی طرح سے کریم نگر میں جو آبادی کے لحاظ سے کھمم کے تقریباً مساوی ہے لیکن یہاں پر جملہ (۸) اردو مدارس ہیں علاقہ تلنگانہ میں حیدرآباد کے بعد سب سے زیادہ اردو مدارس میدک میں ہیں جو (۵۷) ہیں۔ یہ ضلع کے کل مدارس کا (۳۰) فیصد ہوتا ہے جب کہ اس ضلع کی (۹٫۰۰) فیصد آبادی اردو آبادی پر مشتمل ہے۔ یہی حال دیگر اضلاع کا بھی ہے۔

ریاست میں اقلیتی تعلیمی اداروں کے قیام اور انتظام کے تعلق سے حکومت آندھراپردیش نے فراخدلانہ پالیسی اختیار کی ہے۔ دستور ہند کی دفعہ ۳۰ کے مطابق جہاں کہیں بھی اردو ذریعہ تعلیم کیلئے (۱۰) طلباء دستیاب ہوں وہاں اسکول قائم کرنے کے لئے حکومت آندھراپردیش نے احکامات جاری کئے ہیں۔ اس طرح وسطانی درجہ کی تعلیم کے لئے کم سے کم (۳۰) طلباء ہوں تو جماعت قائم کرنے اور

(۴۵) طلباء ہوں تو اسکول قائم کرنے کی اجازت دی ہے۔ اس وقت ریاست بھر میں ایک ہزار (۹۱۸) مدارس ایسے ہیں جو اقلیتی طلباء کے ضروریات کی تکمیل کرتے ہیں۔ جن کی مادری زبان اردو، کنڑی، ٹامل، اڑیہ، ہندی اور مراٹھی ہے۔ ان مدارس میں (۸) ہزار (۷۷۳) اساتذہ اور (۳) لاکھ (۴۹) ہزار (۳۸) طلباء و طالبات ہیں۔

اقلیتی زبان	مدارس کی تعداد	طلباء کی تعداد	اساتذہ کی تعداد
اردو	۱,۱۳۲	۲,۰۷,۲۳۶	۴,۱۰۱
اردو پرائمری مدارس	۱۶۱	۳۰,۳۵۵	۱,۱۱۴
اردو ہائی اسکولس	۱۴۳	۳۷,۵۳۴	۱,۴۷۱

ریاست میں اردو ذریعہ تعلیم سے بی۔ایڈ ٹریننگ جماعتوں کے لئے ریاستی حکومت نے حسب ذیل گورنمنٹ ایجوکیشن کالجوں میں انتظامات کئے ہیں۔

۱۔ کامبر ہنیو کالج آف ایجوکیشن (حیدرآباد)
۲۔ کالج آف ایجوکیشن (محبوب نگر)
۳۔ کالج آف ایجوکیشن (ورنگل)

۴۔ کالج آف ایجوکیشن (کرنول)
۵۔ کالج آف ایجوکیشن (ناگرجنا ساگر)

ہماری ریاست میں اس وقت تقریباً ایک سو پرو فیشنل کالجس ہیں۔ ان میں سے ۱۹۹۰ء تک (۱۲) کالجس کا تعلق مسلم انتظامیہ سے تھا۔ ان (۱۲) پرو فیشنل کالجس میں (۸) کالجس حیدرآباد میں ہیں۔ ان میں سے (۲) انجینئرنگ، (۲) لاء کالجس ایک میڈیکل کالج اور (۳) کالج آف ایجوکیشن ہیں۔ جن میں سے (۲) کالجس کا تعلق ضلع کرنول سے ہے۔ جہاں پر عثمانیہ کالج آف لاء اور ڈاکٹر عبدالحق طبیہ کالج ہیں۔ محبوب نگر میں مدینہ کالج آف ایجوکیشن اور گنٹور میں جھانسی لکشمی بائی کالج آف ایجوکیشن ہیں۔ ان تمام کالجس میں تقریباً ڈھائی ہزار طلبہ و طالبات مختلف کورس کر رہے ہیں۔ اس وقت ریاست میں تقریباً (۱۰۰) اقامتی اسکولس ہیں جو اپنے معیار تعلیم اور شاندار نتائج کے اعتبار سے ملک بھر میں نمایاں مقام رکھتے ہیں ان اسکولس کے قیام کا مقصد دیہی علاقوں کے ذہین اور ہونہار طلباء کو بہترین تعلیم کے مواقع فراہم کرتا ہے۔ ۱۷ مارچ ۱۹۹۱ء کو ریاستی چیف منسٹر مسٹر جنارد ھن ریڈی نے شہر حیدرآباد میں اودین گرلس اسکول " کا افتتاح کیا۔ یہ ملک میں اپنی نوعیت کا پہلا اسکول ہے۔ جہاں عام تعلیم کے علاوہ پیشہ ورانہ تعلیم دی جائے گی ایسے اسکول نظام آباد، چیتور اور وشاکھا پٹنم میں قائم کئے گئے ہیں۔

ریاست میں واقع جامعات کی فہرست

سلسلہ نشان	جامعہ کا نام	مقام کا نام	قائم سال
۱۔	عثمانیہ یونیورسٹی	حیدرآباد	۱۹۱۸ء
۲	آندھرا یونیورسٹی	وشاکھاپٹنم	۱۹۲۶ء
۳	سری وینکٹیشورا یونیورسٹی	تروپتی	۱۹۵۴ء
۴	آندھرا پردیش اگریکلچر یونیورسٹی	حیدرآباد	۱۹۶۵ء
۵	جواہر لال نہرو ٹکنالوجیکل یونیورسٹی	حیدرآباد	۱۹۷۲ء
۶	سنٹرل یونیورسٹی آف حیدرآباد	حیدرآباد	۱۹۷۴ء
۷	کاکتیہ یونیورسٹی	ورنگل	۱۹۷۶ء
۸	ناگرجنا یونیورسٹی	گنٹور	۱۹۷۶ء
۹۔	سری کرشنادیورائے [illegible]	اننت پور	۱۹۸۱ء
۱۰۔	آندھرا پردیش اوپن یونیورسٹی	حیدرآباد	۱۹۸۳ء
۱۱۔	سری پدماوتی مہیلا ودیالیہ ([illegible])	تروپتی	۱۹۸۴ء
۱۲۔	تلگو یونیورسٹی	حیدرآباد	۱۹۸۶ء
۱۳	یونیورسٹی آف ہیلتھ سائنس	وجئے واڑہ	۱۹۸۶ء

ریاست کے قابلِ دید مقامات

ریاست آندھرا پردیش صرف اس لئے مشہور نہیں ہے کہ یہ زرخیز ہے اور یہاں اچھی پیداوار ہوتی ہے بلکہ یہاں تو تاریخی و مذہبی مقامات اور ایسی ایسی قابلِ دید چیزوں کی بہتات ہے جو سیاحوں اور باہر کے آنے جانے والوں کے لئے دلچسپی اور توجہ کا مرکز بنی ہوئی ہیں۔ کئی مقامات ایسے ہیں جن کو دیکھنے لوگ دور دور کے ملکوں اور مقامات سے سفر کی مصیبت اٹھا کر آتے ہیں۔ ان میں ضلع نلگنڈہ (ناگرجنا ساگر)، ناگرجنا کنڈہ اور یادگیر گٹہ ضلع گنٹور (امراوتی)، ضلع ورنگل (پاکھال جھیل)، رامپا مندر لکھناورم اور ہنماکنڈہ، ضلع نظام آباد (علی ساگر جھیل)، نظام ساگر پراجکٹ، نظام شوگر فیکٹری اور ڈچپلی اور سری رام ساگر پراجکٹ)، ضلع چیتور (تروپتی)، ضلع کرنول (سری سیلم پراجکٹ)، ضلع وشاکھاپٹنم (والٹیر اراکو ویلی اور رشی کنڈہ)، ضلع مشرقی گوداوری (پاپی کونڈالو) ضلع میدک (میدک چرچ)، ضلع کھمم (بھدراچلم) ضلع محبوب نگر (محبوب نگر) ضلع کریم نگر (ویملواڑہ)، ضلع عادل آباد (کنٹالہ آبشار، نرمل اور باسر) شامل ہیں۔ اس دفعہ

یہ ریاست آندھرا پردیش کا دورہ کرنے والے سیاحوں کی تعداد میں زبردست اضافہ ہوا ہے۔

شہر حیدرآباد کی سیاحت

○ **چار مینار:** قدیم زمانے کی یادگار ہے جس کو سلطان محمد قلی قطب شاہ نے تعمیر کروایا۔ جس کے کام کا آغاز ۱۵۹۱ء میں شروع کیا گیا اور ۱۵۹۲ء میں مکمل کیا گیا۔ شہر حیدرآباد کا مظہر چار مینار ہے جو کہ شاہی شان و شوکت کا ایک گہنہ ہے۔ یہ (۱۸۰) فٹ اونچا ہے۔ جو قدیم شہر حیدرآباد کا مرکز اور حیدرآباد کا نشان امتیاز ہے۔ اس وقت اس کی تعمیر پر (۷) لاکھ روپے کی لاگت آئی تھی۔ چار مینار کی چھت پر ایک خوبصورت مسجد کے علاوہ ایک حوض بھی تھا۔ چار مینار کا ڈھانچہ حضرت امام حسینؓ کے تعزیہ کی شکل کا ہے جو حضرت علیؓ کے بیٹے حسینؓ اور ان کے اہل خاندان کی شہادت کی یاد دلاتا ہے اس کے چاروں رُخ ٹھیک چار سمتوں میں مشرق مغرب شمال اور جنوب کی طرف ہیں۔

○ مکہ مسجد:

یہ مسجد چار مینار کے قریب واقع ہے۔ یہ مشرق کے فن تعمیر کا ایک بہترین نمونہ ہے جو کہ جنوبی ہند کی سب سے دیدہ زیب مسجد ہے۔ اس مسجد کو مکہ مکرمہ کی مسجد الحرام کے نقشہ پر بنایا گیا ہے اور اس کے تعمیر میں نہایت قیمتی مواد استعمال کیا گیا ہے۔ اس کی تعمیر کا آغاز سنہ ۱۶۱۴ء میں (۶۱) ویں قطب شاہی بادشاہ سلطان عبداللہ قطب شاہ نے کیا لیکن تکمیل ۱۶۸۷ء میں شہنشاہ اورنگ زیب کے زمانہ میں ہوئی۔ یہ مسجد گو کہ بہت زیادہ مشہور و معروف ہے لیکن از منہ وسطیٰ کے مسلم طرز تعمیر پر کشش نمونہ ہے۔ اس مسجد کی تعمیر پر روزآنہ (۸) ہزار مزدوروں نے کام کیا تھا۔ اس مسجد کے بارے میں یہ روایت ہے کہ جو شخص چاہے وہ مرد ہو یا عورت اس مسجد کے صحن میں بنی ہوئی سیاہ پتھروں کی کرسیوں پر بیٹھتا ہے وہ دوبارہ لوٹ کر حیدرآباد ضرور آتا ہے۔ اس مسجد کے صحن میں سلاطین آصفیہ اور ان کے متعلقین کے مزار ہیں۔ اس مسجد کی چھت (۱۵) گنبدوں پر قائم ہے۔

○ سالار جنگ میوزیم:

یہ میوزیم ایشیاء کا سب سے بڑا میوزیم ہے ایک تنہا شخص کے جمع کئے ہوئے مجموعۂ نوادر کے لحاظ سے دنیا کا سب سے بڑا عجائب گھر ہے۔ نواب میر یوسف علی خاں سالار جنگ سوم اس میوزیم

کے بانی ہیں۔ ۱۶ ر دسمبر ۱۹۵۱ء کو وزیر اعظم ہند مرحوم پنڈت جواہر لال نہرو کے مبارک ہاتھوں سے اس میوزیم کا افتتاح دیوان دیوڑھی میں عمل میں آیا۔ اس میوزیم میں مشرقی اور مغربی مصوری کے زبردست شاہکار بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ اس عجائب گھر میں (۱۷) ویں صدی کی بہت سی تصویریں بھی ہیں جن میں بابر سے لے کر بہادر شاہ ظفر تک مغل بادشاہ اور شہزادوں اور شہزادیوں کو دکھایا گیا ہے۔ یہاں پر کانسے، پیتل، پلاسٹر اور اطالوی سنگ مرمر اور دوسرے پتھروں میں بنے ہوئے بے شمار مجسمے موجود ہیں جو اپنی صناعی اور کاریگری کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہیں اس عجائب گھر میں ہاتھی دانت کی بنی ہوئی مورتیاں بھی اپنے حسن اور کاریگری کے لحاظ سے خاص طور سے جاذب توجہ ہیں۔ یہاں پر بچوں کی دلچسپی کا بھی کافی سامان موجود ہیں۔ کئی کھلونے جو تاریخی اہمیت کے ساتھ ساتھ صنعت اور کاریگری قدیم حکومتوں کے سکے، سنگ تراشی، بت تراشی اور دوسرے فنون لطیفہ کو یکجا کیا گیا۔ اس میوزیم کی جملہ اراضی (۱۰) ایکڑ سے زائد ہے۔ موجودہ عمارت (۱۰٫۵۰۰) مربع میٹرس پر واقع ہے۔ اس میوزیم کے احاطے میں مغربی اور مشرقی یادگاروں کے لئے دو نئی عمارتوں زیر تعمیر ہیں۔ اس میوزیم کو دیکھنے کے لئے آنے والے سیاحوں کے لئے الکٹرانک گائیڈ ٹنگ سسٹم کا لفاذ بھی زیر غور ہے۔ یہ میوزیم ۱۹۶۸ء میں دیوان دیوڑھی سے دار الشفاء روڈ پر منتقل ہو گیا۔ اس

میوزیم کا سابق میں نام "آصفجاہی میوزیم" تھا۔

○ **فلک نما پیلیس :** اس محل کو ۱۸۹۵ء میں نظام اس ایچ میر محبوب علی خاں نے نواب وقارالامراء سے خریدا تھا۔ اس محل کی خصوصیت یہ ہے کہ یہاں سے تمام شہر ہتھیلی میں دکھائی دیتا ہے۔ اس محل کو حضور نظام میر عثمان علیخاں نے قیمتی جواہرات سے آراستہ و پیراستہ کر کے قیمتی جواہرات سے سنوارا۔ دلو قامت فلک نما پیلیس جو اپنی بلندی، حسن و جاذبیت اور کبھی سلطانوں، نوابوں، وائسراؤں کی قیامگاہ کے لئے شہرت رکھتا تھا آج اس کے تمام دروازے بند کر دیئے گئے ہیں۔ سال ۱۹۴۸ء میں حیدرآباد کی آزادی کے بعد اس پیلیس کو نظام کی خانگی جائیداد قرار دیا گیا اور اسے اب نظامس ٹرسٹ کی نگرانی میں رکھا گیا۔ فلک نما جس کے معنی "آسمان کا نظارہ" ہے اس کا نام حقیقت پر مبنی ہے یہ (۱۵۰) فٹ اونچی پہاڑی پر تعمیر کیا گیا۔ قطب شاہی بادشاہوں نے مشہور آرکیٹکٹ کی مدد سے اس کو تعمیر کرایا جس میں (۷) سال لگ گئے۔ پندرہویں صدی میں قطب شاہی دور میں یہ محل جنگل اور باغوں سے گھرا ہوا پرسکون تھا۔ اب یہ محل سنسان ہو گیا ہے جو اصل میں گیسٹ ہاؤز کے طور پر استعمال کیا گیا تھا۔ اس کی یہ تاریخ ہے کہ سلطانوں، نوابوں اور حیدرآباد کی شاہی

حکومتوں کے وزیروں کے علاوہ بیرونی اور قومی معزز شخصیتوں نے اس ماضی کے گیسٹ ہاؤز میں قیام کرتے تھے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ آخری وائسرائے مسٹر سی۔ راجگوپال چاری نے حیدرآباد میں آمد کے موقع پر یہاں قیام کیا تھا۔ ڈاکٹر ایس۔ رادھاکرشنن نے اس تاریخی محل میں کبھی شاہی مہمان کی حیثیت سے قیام کیا تھا اس محل میں اس کا اپنا ایک میوزیم بھی ہے جس میں نادر قیمتی قالین پارچہ جات، شیشے کے برتن، مخطوطات اور تصاویر اکٹھا کی گئی ہیں یہ آج بھی جوں کا توں موجود ہے اس محل کو گذشتہ تین سال سے مکمل بند کر دیا گیا ہے کیونکہ اس محل کے بعض نادر اشیاء کا سرقہ کرلیا گیا تھا۔

○ جامعہ عثمانیہ:

یہ جامعہ شہر حیدرآباد سے تقریباً (۶) میل پر واقع ہے اس جامعہ کا افتتاح سنہ ۱۹۱۸ء میں حضور نظام میر عثمان علی خاں کے ہاتھوں عمل میں آیا تھا۔ یہ جامعہ مقام بلندی پر واقع ہونے کی وجہ سے ایک بڑا خوشنما منظر پیش کرتا ہے۔ یہ اپنی خدمات کی وسعت اور طوالت کے اعتبار سے سارے ملک کی دسویں قدیم اور بڑی جامعات میں شمار کی جاتی ہے۔ یہ جامعہ وقت اور حالات کے تقاضوں کی تکمیل کے اپنے نصب العین کی تکمیل کرتے ہوئے سارے علاقہ تلنگانہ میں ڈگری اور پوسٹ گریجویٹ تعلیم اور ریسرچ کی ذمہ دار بن گئی۔ اس جامعہ کے تحت علاقہ تلنگانہ میں جملہ

(۶۲) کالجس ہیں جن میں متعلقہ، ملحقہ اور سرکاری کالجس شامل ہیں جو تعلیم کی نگرانی اور امتحانات کے انعقاد کے فرائض کی تکمیل کر رہی ہے آج اس جامعہ کی خدمات سے استفادہ کرنے والے طلباء اور طالبات کی تعداد ایک لاکھ سے بھی متجاوز ہو گئی ہے حال ہی میں اس جامعہ کے تحت مزید (۱۵) نئے کالجس کا قیام عمل میں آچکا ہے۔ جامعہ عثمانیہ ملک کی پہلی جامعہ ہے۔ جس نے اپنے احاطہ میں (۶۰) ایکڑ اراضی پر محیط "ہرن پارک" قائم کیا ہے اور ساتھ ہی مستقبل میں مختلف جنگلی جانوروں پر مشتمل ایک وسیع پارک کا قیام کا منصوبہ رکھتی ہے۔ جامعہ عثمانیہ میں ملک و بیرون ملکوں کی مختلف زبانوں کی تدریس کا جتنا انتظام یہاں ہے کسی اور جامعہ میں نہیں ہے۔ یہاں پر (۲۲) زبانوں کے شعبہ جات کام کر رہے ہیں۔

اس جامعہ کو عالمی شہرت یافتہ ماہر الطیور مرحوم ڈاکٹر سالم علی کے جمع کئے ہوئے پرندوں کے نمونوں کو محفوظ رکھنے کا فن بھی حاصل ہے یہاں پر سنہ ۱۹۲۳ء میں پہلی مرتبہ بی۔ اے کے امتحانات کے آغاز کے ساتھ اس جامعہ میں پوسٹ گریجویشن کے نصاب ایم۔ اے۔ اور ایل۔ ایل بی کا آغاز عمل میں آیا۔ ماہ جولائی سنہ ۱۹۲۷ء میں اس جامعہ میں ایم بی بی ایس نصاب شروع کیا گیا سنہ ۱۹۲۸ء میں سیول انجنیئر اور بی۔ لٹ نصاب کا آغاز عمل میں آیا۔ یہاں سنہ ۱۹۲۹ء میں پرنٹنگ پریس کا قیام عمل میں آیا اور سال سنہ ۱۹۴۱ء کے دوران اس جامعہ میں اردو میڈیم کے ساتھ دیگر ہندستانی

زبانوں میں بھی تعلیم کا آغاز عمل میں آیا۔

○ **کتب خانہ جامعہ عثمانیہ :** یہ کتب خانہ اپنے قیام کے آج (۷۳) سال مکمل کر لئے ہیں۔ یہ آج علوم و فنون کے بیش بہا خزانے کا روپ اختیار کر لیا ہے۔ جس سے آج ہزاروں افراد استفادہ کر رہے ہیں اور ریسرچ اسکالرس کے لئے تحقیق آسان ہو گئی ہے سنہ 1918ء کے دوران اس کتب خانہ میں صرف (۸) ہزار (۳۷۴) کتابیں جمع تھیں لیکن آج (۴) لاکھ سے زائد جلدوں پر مشتمل علمی خزانہ بن گیا ہے۔ اس خزانہ میں سنسکرت، عربی، فارسی، تلگو، کنڑی، اردو، مرہٹی، ہندی اور تامل زبانوں کے (۶) ہزار سے زائد انتہائی نایاب مخطوطات بھی شامل ہیں۔

○ **اسٹیٹ سنٹرل لائبریری :** اس کتب خانہ کا قیام سنہ ۱۹۳۲ء میں عمل میں آیا۔ یہ افضل گنج کے پاس واقع ہے۔ اس کتب خانہ میں دنیا بھر کے نامور و ممتاز شاعروں و ادیبوں کی تالیف مختلف زبانوں میں موجود ہیں۔ یہ کتب خانہ ریاست حیدرآباد کے مشہور یادگاروں میں شمار ہوتا ہے۔ سابق میں اس کتب خانہ کا نام "کتب خانہ آصفیہ" تھا۔

○ **نوبت پہاڑ :** یہ پہاڑ فتح میدان سے متصل ہے۔ یہ ایک سو فٹ بلند ہے۔ اس کی خوبی یہ ہے

کی مغلیہ بادشاہوں کے جو احکام وصول ہوتے تھے ان کا اعلان بذریعہ نوبت اسی مقام سے کیا جاتا تھا۔ حال ہی میں اس جگہ پر ایک "برلا مندر" تعمیر کروائی گئی۔ اس کے علاوہ اس جگہ پر "برلا پلانیٹوریم" کی تعمیر بھی عمل میں آئی۔ جہاں آسمان کے تاروں کا مشاہدہ کیا جاتا ہے

○ نہرو زوالوجیکل پارک :

اس پارک نے اپنے قیام کے (۲۸) سال مکمل کر لئے ہیں۔ مختلف اعتبارات اور معیارات کے لحاظ سے اس کو ایشیاء کا سب سے بڑا "زو" کہا جاتا ہے۔ اس پارک کا قیام میر عالم تالاب (حیدرآباد) کے قریب ماہ نومبر ۱۹۶۳ء میں عمل میں آیا۔ یوں تو حکومت آندھرا پردیش نے اس کے تعمیر و ترتیب کا آغاز سنہ ۱۹۵۹ء میں ہی کر دیا تھا۔ لیکن عوام کے لئے اس کو ماہ اکٹوبر سنہ ۱۹۶۳ء میں کھول دیا گیا۔ یہ پارک (۳۸۰) ایکر طرقبہ پر پھیلا ہوا ہے۔ اس زو میں ۲½ ہزار سے زیادہ جانور، پرندے اور رینگنے والے جانور موجود ہیں۔ ۱۲ر اکٹوبر سنہ ۱۹۹۰ء کو پارک میں ایک نئے انکلوزر کا افتتاح عمل میں آیا۔ یہ انکلوزر مکمل کانچ کا ہے جس میں ایک آبی کتا کو رکھا گیا ہے اس انکلوزر پر تقریباً (۲) لاکھ روپے کی لاگت آئی ہے۔

○ گولکنڈہ :

گولکنڈہ (۱۳) ویں صدی میں قطب شاہی بادشاہوں کا پایہ تخت تھا۔ یہ قلعہ مٹی کی دیواروں سے تعمیر

کروایا گیا۔ پھر سلطنت بہمنیہ کے قبضہ میں آیا۔ ۱۵۲۵ء میں سلطنت قطب شاہی کا پایۂ تخت قرار پایا۔ یہ قلعہ شاہی تعمیرات کا ایک مخصوص نمونہ ہے۔ یہ شہر حیدرآباد سے تقریباً (۱۱) کلومیٹر دور مقام پر واقع ہے۔ قلعہ گولکنڈہ جو اورنگ زیب کی فتح یعنی ۱۶۸۸ء کے بعد سے کھنڈر بنا ہوا ہے۔ اس قلعہ کو سر کرنے میں شہنشاہ اورنگ زیب کو بہت زحمت اٹھانی پڑی۔ یہ قلعہ (۸) سو فٹ اونچی ایک پہاڑی پر تعمیر کروایا گیا۔ اس قلعہ کے گرد احاطہ کرنے والی دیوار کا مجموعی دائرہ (۷) سو میل سے زائد ہے۔ اس قلعہ کی بھی اپنی خصوصیات ہیں۔ جن میں قلعہ سے چار مینار تک حکمرانوں کے فرار کے لئے (۵) میل لمبی سرنگ، ایک وارننگ سسٹم اور گرم اور ٹھنڈے پانی کے پائپ اور فلش ٹوائلٹ شامل تھے وارننگ سسٹم یہ تھا کہ قلعہ میں داخلہ کے دروازے پر تالی بجائی جاتی جو قلعہ کی چوٹی پر سنائی دیتی ہے۔ اس قلعہ کی چوٹی پر ایک ہیر مسجد ہے جسے سلطان عبداللہ قطب شاہ نے تعمیر کروایا تھا۔ اور اس سے اوپر قطب شاہی حکمرانوں کی فکر کی کشادگی کے ثبوت کے طور پر شیر مندر بنا ہوا ہے۔ اب یہ (۸) سو سال پرانا ہو چکا ہے۔ یہ مندر ایک بیٹھے ہوئے سانڈ کی صورت میں جو کہ ہندوؤں کے نزدیک ایک مقدس نشان ہے۔ یہ مندر ایک چٹان کو تراش کر بنایا گیا۔ آج قلعہ میں جو چیزیں صحیح سلامت ہیں وہ ہے صرف یہی ایک مندر۔ اس قلعہ کی چار دیواری کی تعمیر کیلئے تقریباً (۶۲) سال کا عرصہ ہوا۔

اس قلعہ کے طرز تعمیر میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان ایک واضح امتزاج نظر آتا ہے۔ اس قلعہ کے اسلحہ خانے پر ایک بیت الخلا ہے جس کا ڈرینج سسٹم قابل دید ہے۔ اس بیت الخلاء سے (۲۰) قدم کے فاصلہ پر ایک پتھر کی گول چکی میں لوہے کا گولا پھنسا ہوا ہے جس کو ہلانے کے بعد نیچے کا پتھر ہٹ جاتا ہے۔ اور تمام رکا ہوا فضلہ اس پائپ کے ذریعہ (۹۰) فٹ کی گہرائی میں چلا جاتا ہے۔ قلعہ کا فیل خانہ اور شتر خانہ بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس قلعہ میں داخلہ کے لئے (۹) دروازے کے علاوہ (۵۲) کھڑکیاں اور (۸۷) برج ہیں

○ گنبدان قطب شاہی :

یہ آثار قدیمہ کی تاریخ کا ایک حصہ ہی نہیں بلکہ حیدرآباد کی تہذیب و ثقافت، پیار محبت بھائی چارہ" امن و صلح و آشتی کی منہ بولتی تصویریں ہیں۔ ان گنبدوں کا دوجہ مشرقی فن تعمیر کی بہترین یادگاروں میں ہوتا ہے۔ یہ شاہان دکن کی عظمت و وقار کا زندہ ثبوت ہے۔

○ حسین ساگر :

یہ حیدرآباد و سکندرآباد کے درمیان واقع ہے سلطان محمد ابراہیم قلی قطب شاہ نے ۱۵۶۲ء میں حضرت حسین شاہ ولی کی زیر نگرانی میں (۸) مربع میل پر ایک "حسین ساگر" نامی مصنوعی جھیل تعمیر کروایا جو حیدرآباد کی عوام کیلئے ایک ایسا قدرتی نایاب تحفہ ہے جو سارے

ملک بلکہ بین الاقوامی سطح پر اپنی آپ مثال ہے۔ اس کی تعمیر پراُس وقت (۲) لاکھ روپے کا خرچ آیا اور اس کی تعمیر صرف (۸) ماہ کے اندر مکمل کی گئی۔ اس کی لمبائی ایک میل یعنی (۲) ہزار (۲۸۰) فٹ ہے اس کے اطراف میں ۱۹۸۷ء میں تلگو دیشم حکومت نے تقریباً (۵) کروڑ روپے کے خرچ سے مختلف ممتاز و نامور اشخاص کے مجسمے نصب کئے۔ اور اس کے علاوہ اس ساگر میں محکمہ سیاحت آندھرا پردیش کے زیر اہتمام روزانہ کشتی رانی بھی ہو رہی ہے۔

○ **عثمان ساگر :** یہ تالاب شہر حیدرآباد سے (۹) میل یعنی (۲۰) کلومیٹر دور گنڈی پیٹ کے قریب تعمیر کروایا تھا۔ اس تالاب کا سنگِ بنیاد ۲۲ مارچ ۱۹۱۳ء کو حضور نظام میر عثمان علی خاں بہادر نے رکھا۔ اس کی لمبائی (۵) سو فٹ طویل ہے۔ اس کی تعمیر پر اُس وقت (۸) لاکھ روپے کی لاگت آئی تھی۔ تقریباً (۶) سال کی مدت میں اس کی تعمیر مکمل ہوئی۔ اور اس کی گہرائی (۵۳) فٹ ہے۔

ریاست کے ہوائی راستے و بندگاہیں

اس ریاست میں ایک عظیم جدید طیران گاہ بیگم پیٹ حیدرآباد

کا قیام سال ۱۹۳۶ء میں عمل میں آیا۔ اور اس کے علاوہ چار اوسط طیرانگاہیں ہیں جن میں وشاکھا پٹنم، ترویتی، راجمندری اور وجے واڑہ قابلِ ذکر ہیں۔

ساری ریاست میں (۷) بندرگاہیں ہیں جن میں، وشاکھا پٹنم، کالنگا پٹنم، بھیمونی پٹنم، کاکی ناڈا، مسولی پٹنم، نرساپورم اور کرشنا پٹنم قابلِ ذکر ہیں۔

کونسے اضلاع کن چیزوں کیلئے مشہور ہیں؟

(تجارتی فصلیں)

۱۔ تمباکو:۔ پرکاشم، نیلور، گنٹور، مغربی گوداوری، کرنول، کھمم، ورنگل نظام آباد اور کریم نگر۔

۲۔ کپاس:۔ عادل آباد، گنٹور، کرنول، اننت پور، کڑپہ اور محبوب نگر

۳۔ نیشکر (گنا) وشاکھا پٹنم، مغربی گوداوری، مشرقی گوداوری، چیتور، کرشنا، نظام آباد، میدک، نلگنڈہ اور کریم نگر۔

۴۔ مرچ:۔ ورنگل، گنٹور، کھمم، کریم نگر، مغربی گوداوری، اور نلگنڈہ

۵۔ پیاز:۔ کڑپہ، کرنول، اننت پور، حیدرآباد، اور وشاکھا پٹنم۔

۶۔ ھلدی:۔ کڑپہ، نظام آباد، کریم نگر، اور گنٹور۔

۷۔ پٹ سن:۔ وشاکھا پٹنم، گنٹور، اور سریکاکولم۔

۸۔ مونگ پھلی :۔ اننت پور، چیتور، محبوب نگر، نلگنڈہ اور وشاکھاپٹنم
۹۔ ارنڈی :۔ نلگنڈہ، محبوب نگر، حیدرآباد، پرکاشم، گنٹور، اننت پور، ورنگل اور کریم نگر۔
۱۰۔ تل :۔ وشاکھاپٹنم، مشرقی گوداوری، مغربی گوداوری، عادل آباد، کریم نگر، سریکاکلم، اور گنٹور
۱۱۔ سفولا :۔ کرنول، اننت پور، حیدرآباد اور میدک
۱۲۔ ناریل :۔ مشرقی گوداوری، مغربی گوداوری، سریکاکلم اور وشاکھاپٹنم۔

ریاست میں معدنیات کن اضلاع میں پائی جاتی ہیں؟

۱۔ BARYTES :۔ کڑپہ، اننت پور، کرنول اور کھمم
۲۔ اسبسطاس :۔ کڑپہ اور اننت پور
۳۔ باکسائیٹ :۔ وشاکھاپٹنم، مشرقی گوداوری اور مغربی گوداوری
۴۔ چینی مٹی :۔ وشاکھاپٹنم، مغربی گوداوری، نظام آباد اور نلگنڈہ
۵۔ کوئلہ :۔ عادل آباد، کھمم، ورنگل اور کریمنگر
۶۔ DOLOMITE :۔ کرنول، کڑپہ، وشاکھاپٹنم اور ورنگل

۷۔ فیلسپار :۔ کرشنا، وشاکھاپٹنم اور ورنگل

۸۔ ھیرے :۔ اننت پور اور کرڑپہ

۹۔ اگیس :۔ اننت پور

۱۰۔ سونا :۔ چیتور اور اننت پور

۱۱۔ گرافائیٹ :۔ وشاکھاپٹنم، مشرقی گوداوری، مغربی گوداوری، ورنگل اور کھمم۔

۱۲۔ جپسم :۔ نیلور

۱۳۔ LIMONITE :۔ ساحل وشاکھاپٹنم

۱۴۔ چونے کا پتھر :۔ کرنول، گنٹور، کھمم، عادل آباد، کریم نگر، اور ورنگل۔

۱۵۔ تانبہ :۔ نیلور، کرڑپہ، اننت پور، گنٹور، کرنول، نلگنڈہ اور ورنگل

۱۶۔ سیسہ :۔ گنٹور، کرڑپہ۔ اور کرنول۔

۱۷۔ PYRITES :۔ کرشنا، کرڑپہ، کرنول، رنگاریڈی اور کھمم

۱۸۔ ابرق :۔ نیلور

ریاست میں کونسی صنعتیں کہاں قائم ہیں؟

۱۔ ہاتھ کرگھے (ہینڈلوم) :۔ (الف) پوچم پلی، سدی پیٹ

چیرالہ، نارائن پیٹھ، گنٹور، دینیکٹ گیری، گدوال، اولم پیٹ اور
مادھاورم
۲۔ شطرنجی اور بلانکٹ:۔ ورنگل اور ایلور
۳۔ بیدری کام:۔ حیدرآباد، سکندرآباد اور نرمل
۴۔ قلمکاری:۔ مچھلی پٹنم
۵۔ ناریل کے ریشے سے بنائی جانیوالی اشیاء: کوناسیما مشرقی گوداوری
۶۔ چوڑیاں:۔ پاپا نائیڈو، کلاہستی، سمہاچلم اور گجلا پلی
۷۔ کھلونے:۔ کونڈاپلی، چی کوپیکا اور نکاپلی
۸۔ چٹائیاں:۔ محبوب نگر
۹۔ اگربتی:۔ ایلور، حیدرآباد اور ویٹیا پالم
۱۰۔ موسیقی کے آلات:۔ پیٹا پورم، بوبلی اور جگیا پیٹھ

ریاست میں کونسی مٹی کہاں پائی جاتی ہے؟

۱۔ سیلابی مٹی:۔ مشرقی گوداوری، کھمم، محبوب نگر، کرنول،
اننت پور، کڈپہ اور نیلور۔
۲۔ کالی مٹی:۔ عادل آباد، کھمم، محبوب نگر، کرنول، نظام آباد،
میدک، رنگاریڈی، مغربی گوداوری، کرشنا، گنٹور، پرکاشم

نلگنڈہ، کڑپہ، اننت پور اور چتور۔

۳۔ لال مٹی :۔ سریکاکولم، وجئے نگرم، وشاکھاپٹنم، مشرقی گوداوری مغربی گوداوری، کرشنا، گنٹور، پرکاشم، نیلور، ورنگل نظام آباد، حیدرآباد، میدک، رنگا ریڈی، عادل آباد اور کریمنگر

۴۔ ریتیلی مٹی :۔ میدک، مشرقی گوداوری، نیلور اور چتور

ریاست کے تمام اضلاع کے نام

(۱) سریکاکولم (۲) وجئے نگرم (۳) وشاکھاپٹنم
(۴) مشرقی گوداوری (۵) مغربی گوداوری (۶) کرشنا
(۷) گنٹور (۸) پرکاشم (انگول) (۹) نیلور (۱۰) چتور
(۱۱) کڑپہ (۱۲) اننت پور (۱۳) کرنول (۱۴) محبوب نگر
(۱۵) نلگنڈہ (۱۶) رنگا ریڈی (۱۷) حیدرآباد (۱۸) میدک
(۱۹) نظام آباد (۲۰) عادل آباد (۲۱) کریم نگر (۲۲) ورنگل
(۲۳) کھمم۔

ریاست کے اضلاع کی آبادی

ضلع کا نام	سال ۱۹۸۱ء	سال ۱۹۹۱ء
سریکاکولم	۱۹,۵۹,۳۵۲	۲۳,۱۴,۴۴۲
وجے نگرم	۱۸,۰۴,۱۹۶	۲۱,۰۱,۳۹۴
وشاکھاپٹنم	۲۵,۷۶,۴۷۴	۳۲,۷۲,۱۱۰
مشرقی گوداوری	۳۷,۰۱,۰۴۰	۴۵,۴۱,۳۰۶
مغربی گوداوری	۲۸,۷۳,۹۵۸	۳۵,۱۳,۹۷۹
کرشنا	۳۰,۴۸,۴۶۳	۳۶,۹۳,۱۷۳
گنٹور	۳۴,۳۴,۷۲۴	۴۰,۸۵,۹۰۴
پرکاشم	۲۳,۲۹,۵۷۱	۲۷,۵۰,۳۴۰
نیلور	۲۰,۱۴,۸۷۹	۲۲,۹۰,۴۸۵
چتور	۲۷,۳۷,۳۱۶	۳۲,۴۹,۵۶۵
کڑپہ	۱۹,۳۰,۴۶۸	۲۲,۵۹,۱۵۴
اننت پور	۲۵,۵۰,۴۶۸	۲۲,۵۹,۱۵۴

کرنول	۲۴، ۰۷، ۲۹۹	۲۹، ۴۳، ۷۰۹
محبوب نگر	۲۴، ۴۹، ۶۱۹	۳۰، ۷۱، ۷۶۵
رنگا ریڈی	۱۵، ۹۱، ۷۵۹	۲۵، ۲۸، ۲۰۸
حیدرآباد	۲۲، ۵۱، ۰۰۹	۳۰، ۹۱، ۷۱۸
میدک	۱۸، ۰۷، ۱۳۹	۲۲، ۶۴، ۱۲۴
نظام آباد	۱۶، ۷۹، ۶۸۳	۲۰، ۳۴، ۷۹۴
عادل آباد	۱۶، ۳۹، ۰۰۳	۲۰، ۸۰، ۲۳۱
کریم نگر	۲۴، ۳۶، ۳۲۳	۳۰، ۴۳، ۲۲۸
ورنگل	۲۳، ۰۰، ۲۹۵	۲۸، ۱۱، ۷۱۴
کھمم	۱۷، ۵۱، ۵۷۴	۲۲، ۰۰، ۰۸۱
نلگنڈہ	۲۲، ۷۹، ۶۸۵	۲۸، ۵۰، ۱۸۳

مہکتی کلیاں

۱۔ بہترین انسان وہ ہے جس سے دوسروں کو فائدہ پہنچے۔

۲۔ بیل کی طرح درخت کا سہارا ڈھونڈنے سے بہتر ہے کہ کسی کو درخت بن کر سہارا دو۔

۳۔ دیوار میں ایک معمولی پتھر بھی اہمیت رکھتا ہے۔

۴۔ دولت سے ہم خوشامد خرید سکتے ہیں محبت نہیں۔

آندھرا سے "ارجن ایوارڈ" حاصل کرنیوالے اصحاب

سلسلہ نمبر	نام	کھیل	سنہ
۱	ٹی - بلرام	فٹ بال	۱۹۶۲ء
۲	کے - ایشور راؤ	ویٹ لفٹنگ	۱۹۶۳ء
۳	یوسف خاں	فٹ بال	۱۹۶۶ء
۴	پیٹر تھنگا راج	فٹ بال	۱۹۶۷ء
۵	قاسم علی	ٹیبل ٹینس	۱۹۶۹ء
۶	جے پوچیا	بال بیڈمنٹن	۱۹۷۰ء
۷	سید نعیم الدین	فٹ بال	۱۹۷۰ء
۸	چندرا نارائینا	باکسنگ	۱۹۷۲ء
۹	مس جی موہنی نیڈو	والی بال	۱۹۷۳ء
۱۰	شیام سندر	والی بال	۱۹۷۴ء
۱۱	ایل-اے-اقبال	بال بیڈمنٹن	۱۹۷۵ء
۱۲	اے - رمنا راؤ	والی بال	۱۹۷۷ء
۱۳	جی - آئی - سریدھر	والی بال	۱۹۸۵ء
۱۴	ارجن سی پودیمن	سائیکلنگ	۱۹۸۸ء
۱۵	محمد اظہر الدین	کرکٹ	۱۹۸۸ء
۱۶	عبدالباسط	والی بال	۱۹۸۹ء

ریاست کے بعض اہم شہروں کا درجہ

شہر کا نام	زیادہ سے زیادہ درجہ حرارت	کم سے کم در
اننت پور	۳۰° سنٹی گریڈ	۱۸° سنٹی گ
اروکیہ ورم	۳۶° سنٹی گریڈ	۱۵° سنٹی
بھدراچلم	۴۵٫۷° سنٹی گریڈ	۱۶٫۵° سنٹی
کلنگاپٹنم	۴۰٫۵° سنٹی گریڈ	۱۹٫۶° سنٹی
کڑپہ	۴۰٫۳° سنٹی گریڈ	۱۹٫۲° سنٹی
ہنمکنڈہ	۴۱٫۸° سنٹی گریڈ	۱۷٫۴° سنٹی
حیدرآباد	۳۹٫۹° سنٹی گریڈ	۱۶٫۵° سنٹی
کاکی ناڈا	۴۰٫۲° سنٹی گریڈ	۲۰٫۰° سنٹی
وشاکھاپٹنم	۳۸٫۵° سنٹی گریڈ	۲۰٫۵° سنٹی
نیلور	۴۰٫۱° سنٹی گریڈ	۲۰٫۴° سنٹی
نظام آباد	۴۳٫۵° سنٹی گریڈ	۱۵٫۱° سنٹی
راما گنڈم	۴۳٫۸° سنٹی گریڈ	۱۵٫۳° سنٹی

ریاست میں موجودہ اقلیتی رائے دہندوں کی تعداد

○ علاقہ آندھرا:

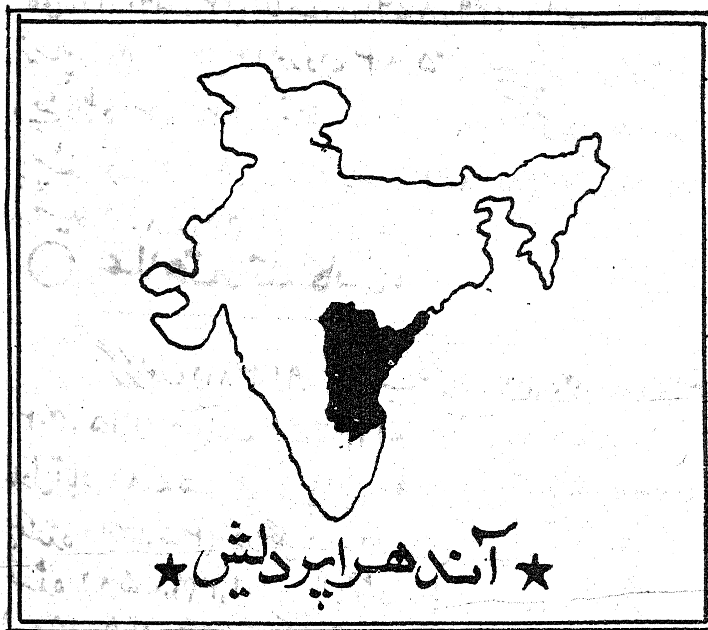
سریکاکولم (۳,۶۸۶)، پاروتی پورم (۲,۰۴۷)، بوبلی (۸,۴۹۱)، وشاکھاپٹنم (۳۲,۵۳۵)، بھدراچلم (۱۹,۹۰۴)، انکاپلی (۱۲,۳۳۴) کاکی ناڈا (۲۲,۵۹۱)، راجمندری (۲۹,۸۷۶)، آملاپورم (۹,۸۹۰) نرساپور (۱۲,۹۰۴)، ایلورو (۳۵,۸۳۷) مچھلی پٹنم (۶۳,۳۰۴) وجے واڑہ (۱,۳۰,۳۳۳)، تنالی (۸۳,۴۲۸)، گنٹور (۱,۷۰,۵۰۹) باپٹلہ (۹۳,۳۴۰) نرساراؤ پیٹھ (۸۲,۸۱۳)، اونگول (۹۳,۵۵۵) اور نیلور (۱,۴۴,۷۸۷)

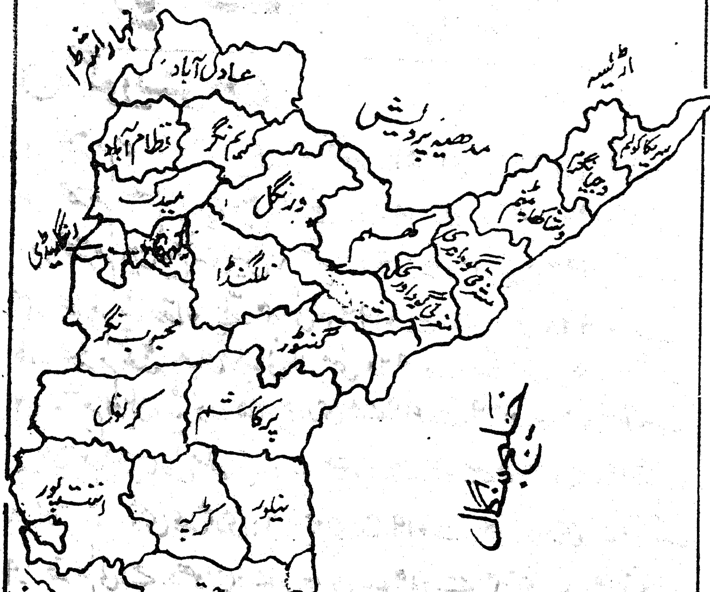
○ علاقہ تلنگانہ:

ناگرکرنول (۹۱,۳۸۱)، محبوب نگر (۱,۴۰,۴۹۲) سدی پیٹ (۱,۱۵,۴۰۲)، میدک (۱,۷۲,۴۶۳) نظام آباد (۱,۹۴,۴۷۶) عادل آباد (۱,۲۰,۵۷۸) یلاپلی (۶۲,۱۷۹)، کریم نگر (۹۱,۹۴۳) ہنمکنڈہ (۳۵,۱۴۹)، ورنگل (۹۳,۴۰۲)، کھمم (۹۳,۴۲۹)، نلگنڈہ (۱,۳۴,۷۵۸)، مریال گوڑہ (۲۵,۷۸۵)، حمایت نگر (۵,۴۵,۱۴۷) اور سکندرآباد (۲,۴۷,۸۴۷)

○ علاقہ رائلسیما:

تروپتی (۱,۱۴,۷۷۹)، چتور (۱,۴۱,۹۷۷)، راجمپیٹ (۲,۱۷,۳۱۹)، کڑپہ (۱,۹۹,۷۶۲)، ہندوپور (۱,۴۳,۱۹۹)، اننت پور (۱,۴۳,۳۳۸)، کرنول (۲,۲۹,۷۲۱) اور نندیال (۲,۰۴,۵۴۷)





آندھرا پردیش ــــ اضلاع

سنہ ۱۹۹۱ء

ریاست کی تشکیل کے بعد

○ گورنرس :

١۔ محترم سی۔ایم۔ترویدی: یکم اکتوبر ۱۹۵۳ء سے ۳۱ر جولائی ۱۹۵۷ء تک
٢۔ محترم بھیم سین سچر: یکم اگسٹ ۱۹۵۷ء سے ۷ر ستمبر ۱۹۶۲ء تک
٣۔ محترم این۔ایم۔شری گنیش: ۸ر ستمبر ۱۹۶۲ء سے ۳ر مئی ۱۹۶۴ء تک
٤۔ محترم پٹانبھتانو پلّے: ۴ر مئی ۱۹۶۴ء سے ۱۰ر اپریل ۱۹۶۸ء تک
٥۔ محترم کھنڈو بھائی ڈیسائی: ۱۱ر مئی ۱۹۶۸ء سے ۲۵ر جنوری ۱۹۷۵ء تک
٦۔ محترم اوبل ریڈی: ۲۵ر جنوری ۱۹۷۵ء سے ۹ر جنوری ۱۹۷۶ء تک
٧۔ محترم موہن لال سکھاڈیہ: ۱۰ر جنوری ۱۹۷۶ء سے ۱۵ر جون ۱۹۷۶ء تک
٨۔ محترم آر۔ڈی بھنڈاری: ۱۶ر جون ۱۹۷۶ء سے ۱۶ر جنوری ۱۹۷۷ء تک
٩۔ محترم بی۔جے۔دھون: ۱۷ر جنوری ۱۹۷۷ء سے ۴ر مئی ۱۹۷۷ء تک
١٠۔ محترمہ شاردا مکرجی: ۵ر مئی ۱۹۷۷ء سے ۱۴ر اگسٹ ۱۹۷۸ء تک
١١۔ محترم کے۔سی۔ابراہام: ۱۵ر اگسٹ ۱۹۷۸ء سے ۱۴ر اگسٹ ۱۹۸۳ء تک
١٢۔ محترم رام لال: ۱۵ر اگسٹ ۱۹۸۳ء سے ۲۹ر اگسٹ ۱۹۸۴ء تک
١٣۔ محترم شنکر دیال شرما: ۲۹ر اگسٹ ۱۹۸۴ء سے ۲۶ر نومبر ۱۹۸۵ء تک
١٤۔ محترمہ کمود بین جوشی: ۲۶ر نومبر ۱۹۸۵ء سے ۷ر فبروری ۱۹۹۰ء تک
١٥۔ محترم کرشنا کانت: ۷ر فبروری ۱۹۹۰ء سے . . . .

○ ریاستی وزیر اعلیٰ:

۱۔ محترم این۔ سنجیوا ریڈی ۔ جنوری ۱۹۶۰ء تک

۲۔ محترم ڈی۔ سنجیویا ۔ مارچ ۱۹۶۲ء تک

۳۔ محترم این سنجیوا ریڈی ۔ جون ۱۹۶۴ء تک

۴۔ محترم کے۔ برہما دھرا ریڈی ۔ ستمبر ۱۹۷۱ء تک

۵۔ محترم پی۔ وی۔ نرسمہا راؤ ۔ جنوری ۱۹۷۳ء تک

۶۔ محترم جے۔ وینگل راؤ ۔ مارچ ۱۹۷۸ء تک

۷۔ محترم ڈاکٹر ایم۔ چنا ریڈی ۔ اکتوبر ۱۹۸۰ء تک

۸۔ محترم ٹی۔ انجیا ۔ فبروری ۱۹۸۲ء تک

۹۔ محترم بی۔ وینکٹ رامنا ریڈی ۔ ستمبر ۱۹۸۳ء تک

۱۰۔ محترم کے۔ وجے بھاسکر ریڈی ۔ جنوری ۱۹۸۳ء تک

۱۱۔ محترم این۔ ٹی۔ راما راؤ ۔ اگسٹ ۱۹۸۴ء تک

۱۲۔ محترم این بھاسکر راؤ ۔ ستمبر ۱۹۸۴ء تک

۱۳۔ محترم این۔ ٹی۔ راما راؤ ۔ ڈسمبر ۱۹۸۹ء تک

۱۴۔ محترم ڈاکٹر ایم۔ چنا ریڈی ۔ ڈسمبر ۱۹۹۰ء تک

۱۵۔ محترم این۔ جنار دھن ریڈی ۔ موجودہ

○ ریاستی چیف سکریٹریز:

(۱) محترم ۔ او ۔ پلا ریڈی (۲) محترم ایم ۔ پی ۔ پائی
(۳) محترم کے ۔ این ۔ اننتا رامن (۴) محترم ایچ ۔ ٹی ۔ راجو
(۵) محترم وی ۔ کے ۔ راؤ (۶) محترم این ۔ بھگوان داس
(۷) محترم اے ۔ کرشنا سوامی (۸) محترم آئی ۔ جے ۔ نائیڈو
(۹) محترم ایس ۔ آر ۔ راما مورتی (۱۰) محترم پی ۔ این ۔ دامن
(۱۱) محترم جی ۔ وی ۔ راما کرشنا (۱۲) محترم شراون کمار
(۱۳) محترم جی ۔ آر ۔ نائر (۱۴) محترم وی ۔ پی ۔ راما راؤ
(۱۵) محترم کے ۔ وی ۔ نٹراجن (۱۶) دلچسپ اردو ○

○ ریاستی چیف جسٹس:

(۱) جسٹس محترم کے ۔ سبا راؤ (۲) جسٹس محترم پی ۔ چندرا ریڈی
(۳) جسٹس محترم پی ستیہ نارائنا راجو (۴) جسٹس محترم منوہر پرشاد
(۵) جسٹس محترم این ۔ ڈی ۔ کرشنا راؤ (۶) جسٹس محترم پی ۔ جگنموہن ریڈی

(۷) جسٹس محترم زاہیلی کماریہ (۸) جسٹس محترم کے. وینکٹا لکشمی نرسیمہا
(۹) جسٹس محترم گوپال راؤ آنکھبوٹے (۱۰) جسٹس محترم الیس او بل ریڈی
(۱۱) جسٹس محترم بی۔ جیون لال دیوان
(۱۲) جسٹس محترم الیس۔ اوبل ریڈی
(۱۳) جسٹس محترم اے۔ سیا شیو راؤ (۱۴) جسٹس محترم سی۔ کونٹیا۔
(۱۵) جسٹس محترم اے۔ کے۔ سوامی (۱۶) جسٹس محترم کے بدھوا ریڈی
(۱۷) جسٹس محترم کے۔ رامچندر راؤ (۱۸) جسٹس محترم کے۔ بھاسکرن
(۱۹) جسٹس محترم لیو گیشور دیال (۲۰) سبھاش جھگن لال
(۲۱) جسٹس محترم الیس۔ سی۔ پرتاپ۔

اقوالِ زریں

۱۔ خاموشی دل کا سکون ہے۔ اور روح کیلئے وہی درجہ رکھتی ہے جو جسم کیلئے نیند
۲۔ سب سے قابلِ قدر ساتھی کتاب ہے۔ جو کتاب خوب غور سے منتخب کی جائے وہ آدمی کی بہترین دوست اور صلاح کار ہوتی ہے
۳۔ اہلِ دانش کی خوشی کے لئے معمولی چیز بھی کافی ہوتی ہے مگر بے عقلوں کو کسی بھی چیز سے طمانیت حاصل نہیں ہوتی یہی وجہ ہے کہ دنیا کے زیادہ تر لوگ دکھی رہتے ہیں۔
۴۔ سب سے بڑا انسان وہ ہے جس نے انسانوں کی سب سے زیادہ خدمت کی۔

مصنف کا تعارف

مسٹر رفیق شاہی نے ضلع نظام آباد (آندھرا پردیش) مستقر کے ایک معزز گھرانے میں ۲۵؍ جون ۱۹۶۰ء کو آنکھ کھولی۔ موصوف کو تعلیمی دور سے ہی صحافت سے دلچسپی شروع کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ بلکہ ایک معنی میں یہ ذوق انہیں ورثہ میں ملا ہے



آپ ضلع نظام آباد کے "بابائے صحافت" مسٹر ایم اے رشید کے منجھلے فرزند ہیں مسٹر شاہی ہائی اسکول کی سطح ہی سے مختلف ادبی سماجی، فلمی اور تہذیبی تنظیموں سے وابستہ ہیں موصوف ایک صحیفہ نگار کے علاوہ ایک بہترین قلم کار بھی ہیں آپ کے افسانے مضامین اور کہانیاں ملک کے ممتاز و نامور رسائل و اخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔

مسٹر رفیق شاہی کا اصل نام محمد عبدالرفیق ہے اور شاہی قلمی نام

ہے۔ آپ نے نظام آباد مستقر سے ۱۹۷۵ء میں ایچ ایچ دی آغا خاں ایریا ہائر سکنڈری اسکول، برکت پورہ سے ساتویں جماعت تک تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۷۷ء میں گورنمنٹ ہائی اسکول خلیل واڑی سے دسویں جماعت تک ۱۹۸۱ء میں گورنمنٹ بوائز جونیر کالج (قلعہ) سے انٹرمیڈیٹ تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد آگے تعلیم جاری رکھنے کیلئے شہر حیدرآباد کا رخ کیا جہاں انہوں نے ۱۹۸۴ء میں انوارالعلوم ڈگری کالج (ڈے) ملے پلی سے بی۔اے کیا۔ بعدازیں ۱۹۸۷ء میں پوسٹ گریجویٹ کالج (عثمانیہ یونیورسٹی)، بشیر باغ سے اردو میں ایم۔اے کیا پھر ۱۹۸۷ء میں بھارتیہ ودیا بھون کنگ کوٹھی سے جرنلزم (ڈپلوما) کورس کیا۔ اور ۱۹۸۹ء میں گورنمنٹ کامپرہینسیو کالج آف ایجوکیشن، ویلفیر سنٹر سے اردو پنڈت ٹریننگ کورس کی تکمیل کی۔

موصوف گذشتہ (۱۷) سال سے اردو صحافت کی بلا معاوضہ خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اس وقت آپ اردو روزنامہ "نظام آباد ٹائمز" (نظام آباد) میں بحیثیت اسٹاف رپورٹر کام کر رہے ہیں۔

ANDHRA PRADESH

PAST & PRESENT

(1956 to 1991)

By

RAFEEQ SHAHI

M.A. (OSM), J(D)

R.S. PUBLISHERS,
NIZAMABAD.